رسالہ آنند لاہور کے خاص نمبر

اگر آپ بھائی روحانی و اخلاقی ترقی کرنا چاہیں۔ تو مندرجہ ذیل آنند کے خاص نمبروں کو ضرور پڑھیں

۱۔ روحانی نمبر۔ ایشور بھگتوں کے لئے خاص طور پر قابل مطالعہ ہے قیمت ... ۴ر

۲۔ پرانایام نمبر۔ پرانایام کا آسان طریقہ اور فوائد ۲ر

۳۔ آنند نمبر۔ سچے آنند کے حصول کا طریقہ۔ پڑھتے ہی محویت طاری ہو جاتی ہے ۲ر

۴۔ صحت نمبر۔ تندرستی کی حفاظت کے آسان اور قابل عملی اصول ۲ر

۵۔ افسانہ نمبر۔ دلچسپ روحانی و تواریخی افسانے ۲ر

۶۔ اُتم وچار نمبر۔ بُری عادات سے نجات حاصل کرنے کا طریقہ ۲ر

۷۔ آتم کلیان نمبر۔ اپنی بھلائی کرنے کا سچا اور سیدھا مارگ ۲ر

۸۔ عملی یوگ نمبر۔ جسمانی و روحانی ترقی کے لئے پرانایام کی چند ورزشیں ۲ر

۹۔ پیسے کی مایا نمبر۔ اگر پیسے کی مایا جال کا حال پڑھنا چاہو۔ تو اسے پڑھو۔ ۲ر

۱۰۔ مانسک شکتی وکاش نمبر۔ دماغی طاقت بڑھانے کے لئے روحانی وسائل ۲ر

۱۱۔ ہولی نمبر۔ ہنسی و دل لگی کا اخلاقی سامان۔ پڑھئے اور خوش ہو جئے ہر دو حصہ ۸ر

۱۲۔ اُپاسنا نمبر۔ پرارتھنا و اُپاسنا کی عمدہ کتاب ہے ۲ر

۱۳۔ شہد نمبر۔ شہد کے ذریعے تمام بیماریوں کا علاج ۳ر

۱۴۔ تحفہ نمبر یا نمبر صحت۔ تندرستی بڑھانے کے لئے پچاس طاقت کے مجربات ۲ر

۱۵۔ شردھا و بھگتی پرکاش نمبر۔ ایشور بھگتوں کے لئے انمول چیز ہے ۲ر

۱۶۔ کتھا نمبر۔ دلچسپ اخلاقی و روحانی کتھائیں ۲ر

ملنے کا پتہ۔ مینیجر آنند سکھ ساگر و مہا بھارت سائن اشاعت باغ لوہاری و موری دروازہ لاہور

اوم

ماہواری

رسالہ سکھ ساگر لاہور جیون مکتی نمبر

سالانہ چندہ - عہ/ ۱۲ قیمت فی پرچہ ۳/

نمبر ۳ | بابت ماہ جولائی ۱۹۳۰ء مطابق ماہ ساون سمبت ۱۹۸۷ | جلد ۱

آتم سمرپن

مکتی دھام میں پورن شردھا - پورن گیان اور پورن شانتی کا راجیہ ہے وہاں سدا سکھ اور شانتی براجمان رہتے ہیں۔ یہ مکتی دھام ہر ایک نر ناری کے ہردے میں موجود ہے۔ سبھی لوگ اسے پا سکتے ہیں۔ مگر پاپ کا اس میں گذر نہیں۔ اس کے لیے تم کو آتم سمرپن کرنا ہوگا۔ اگر تم مکمل سکھ چاہتے ہو تو اپنا سب کچھ تیاگ دو۔ یاد رکھو اپنا سب کچھ دیکر ہی تم سب کچھ لے سکتے ہو جب تک خود غرضی کو نہ چھوڑو گے مکتی دھام کا دروازہ تمہارے لئے بند ہے

انجی

رسالہ سکھ ساگر لاہور کے نیم

(۱) سکھ ساگر ہر انگریزی ماہ کی ۲۰ تاریخ کو شائع ہوتا ہے (۲) اس کا سالانہ چندہ صرف عہ اور خریداران مارتنڈ سے عمر لیا جاتا ہے۔ یعنی مارتنڈ و سکھ ساگر دونو کا سالانہ چندہ صرف ۵ روپے ہے (۳) ممالک غیر سے مارتنڈ و سکھ ساگر ہر دو رسالجات کا سالانہ چندہ چھ روپے لیا جاتا ہے (۴) سکھ ساگر کے نمونے کے لئے ۳ کے ٹکٹ آنے چاہئیں۔ خاص نمبروں کی قیمت زیادہ ہوتی ہے (۵) جہاں تک ہو سکے خریداران کو اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجنا چاہئے۔ دی پی منگانے میں ۲ آنے زیادہ خرچ آئے گا (۶) دفتر سے پوری طرح پڑتال کر کے ہر ایک خریدار کے نام رسالجات بھیجے جاتے ہیں۔ اگر کوئی پرچہ نہ ملے۔ تو اسی مہینے شکایت آنے سے دوبارہ پرچہ بھیج دیا جاتا ہے۔ (۷) جوابی امور کے لئے ...... جوابی کارڈ یا لفافہ میں ایک آنہ کا ٹکٹ آنا چاہئے (۸) خریداران سکھ ساگر میں سے کسی بھائی کو (خدانخواستہ) اگر کوئی جسمانی کشٹ ہو یا جو بھائی آتمک شانتی اور روحانی ترقی کے خواہشمند ہوں۔ ان کی سیوا ہم مفت کرنے کے لئے تیار ہیں واپسی کارڈ یا لفافہ میں ایک آنہ کا ٹکٹ بھیج کر سب خریداران یہ سیوا ہم سے لے سکتے ہیں۔

تمام خط و کتابت بنام

منیجر رسالہ سکھ ساگر (دفتر مارتنڈ) اندرون باغ لوہاری موری دروازہ لاہور

ॐ

نویدن

اس لوک کے سکھوں اور پرلوک کی خوشیوں رسُورگ سکھ کی تلاش میں ہی بھٹکتے رہنے کے باعث انسانوں نے پوتر آتما کے مندر کو (جو کہ اُن کے دل میں ہے) ڈھا دیا ہے اور وہ سچے سکھ یعنی موکش دھام سے دُور جا پڑے ہیں اگر لوگ اس لوک کے سکھوں اور سُورگ سکھ کی خواہش ترک کر دیں۔ تو وہ پوتر آتما کے مندر کو پھر سے تعمیر کر کے موکش دھام میں پہنچ سکتے ہیں۔ یہ اپدیش اُن لوگوں کے لئے ہے جو اس کو گرہن کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور یہ کتاب بھی اُنہیں کے لئے ہے جن کی رُوحیں اس کے اپدیشوں کو قبول کرنے کیلئے تیار ہو چکی ہیں۔ (جیمس ایلن)

پہلا حصّہ

مُکتی دھام میں پرویش

(دخلہ)

۱۔ آتما رُوح کو سب سے زیادہ کس بات کی ضرورت ہے؟

۱۔ شانتی کی تلاش

سارے جگت کو چھانا۔ پایا نہ شانتی کو ودیا پڑھی نہ پایا اس میں بھی شانتی کو
ست سنگ بھی کیا پر ناکام ہی رہا میں ہا! کس جگہ میں کھوجوں ستیہ اور شانتی کو

میرے پیارے بھائیو! ہر ایک انسان کی آتما کچھ نہ کچھ چاہتی ہے۔ اور اس چاہ (ضرورت) کو مختلف آتمائیں مختلف طرح سے ظاہر کرتی ہیں۔ مگر ایک بھی آتما ایسی نہ ملیگی۔ جسے کسی چیز کی کچھ چاہ نہ ہو۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ کہ ایک آتما کو کم چاہ ہو۔ اور دوسری کو زیادہ۔ یہ چاہ.... آدھیاتمک (رُوحانی) ہے اور خواہ جب پیدا ہو جاتی ہے۔ آتما کی ترقی کرتے کرتے ایک ایسا وقت آ جاتا ہے۔ جب یہ چاہ ایک بڑی زبردست خواہش کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ تب دُنیا کی خواہ کتنی ہی نعمتیں ہم کو مل جائیں۔ مگر وہ آتما کی خواہش کو پورا نہیں کر سکتیں۔ مگر پھر بھی بہت سی آتمائیں کم علمی کی وجہ سے یا وہم میں پڑ کر اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے دُنیوی عیش و آرام کی چیزوں کو اکٹھا کرنے کی خواہش کرتی ہیں۔ وہ

سمجھتی ہیں کہ ان دُنیوی چیزوں سے اُن کی ضرورت پُوری ہو جائیگی اور ان کو شانتی مل جائے گی۔

ہر ایک آتما دیدہ دانستہ یا نادانستہ (قدرتی طور پر) پوترتا کو حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اور ہر ایک آتما اپنے ہی ڈھنگ سے اور اپنے ہی گیان (عقل) کے مطابق اس خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ سب آتماؤں کی خواہش۔ چاہ یا ضرورت ایک ہی ہے۔ اور پوترتا بھی ایک ہی چیز ہے۔ مگر پوترتا کو حاصل کرنے کے لئے جن ذرائع کو اختیار کیا جاتا ہے۔ وہ بہت سے ہیں جو لوگ جان بوجھ کر پہلے سے ہی سوچ وچار کر اپنی مطلوبہ چیز کی کھوج کرتے ہیں وہ مُبارک ہیں۔ اُن کی آتما کو بہت جلدی دیر پا سکھ (سچا آنند) ملیگا۔ جو کہ صرف پوترتا کے ذریعے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اُن کو سچے مارگ کا گیان ہو گیا ہے۔ جو آدمی اصلی مارگ (حقیقی ذرائع) کو جانے بنا ہی مطلوبہ چیز کی کھوج کرتے ہیں۔ وہ خواہ تھوڑے عرصہ کے لئے سکھ ساگر میں ڈبکیاں لگا لیں۔ مگر اُن کو وہ چیز حاصل نہیں ہو سکتی۔ اُن کو کشٹ اُٹھانا پڑیگا۔ اور وہ اِدھر اُدھر بھٹکتے پھرینگے اُن کی خواہش اور بھی تیز ہو جائے گی۔ اور اُن کی آتما اپنے کھوئے ہوئے دھن کو (لازوال پوترتا) کو بار بار مانگے گی

صرف پوترتا من کی شُدھی ہی آتما کو شانتی دے سکتی ہے

اس کے سوا ترلوکی کی کسی چیز میں یہ شکتی نہیں ہے۔ دُنیا میں دُکھ جھیلتے جھیلتے جب آتما کو کہیں بھی ٹھکانہ نہیں ملتا۔ تب وہ آخر کار پوترتا کی طرف دوڑتی ہے کیونکہ صرف پوترتا کے قلعے میں ہی وہ محفوظ رہ سکتی ہے۔ وہاں اُسے وہ سکھ۔ اطمینان اور شانتی ملتی ہے۔ جس کی تلاش میں وہ بہت عرصہ تک عبث ہی اِدھر

ادھر بھٹکتی رہی۔

پس آتما کو سب سے زیادہ ضرورت پوترتا (من کی شدھی) کی ہے۔ کیونکہ پوترتا کے آشرے ہی پر وہ سنسار کے جھنجھٹوں سے محفوظ ہو کر شانت رہ سکتی ہے۔ اُسے ادھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ پوترتا کے آدھار پر ہی وہ ایک خوبصورت شانتی مئے اور ہمہ صفت موصوف (شاندار) زندگی کی عمارت کھڑی کر سکتی ہے۔

پوترتا کے اصول پر چلنے سے ہی موکش (سنسارک دکھوں سے نجات) حاصل ہوتی ہے۔ موکش میں پہنچ کر آتما پھر سنسار بندھن میں نہیں آتی۔ اور وہاں اُسے دیرپا سکھ (آنند) ملتا ہے۔ موکش مل جانے سے سب کچھ مل جاتا ہے اور موکش نہ ملنے سے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ موکش یعنی مکتی کیا ہے؟ یہ ہمارے دماغ (من) کی ایسی حالت ہے جس میں دنیا کی کوئی چیز دکھ نہیں دے سکتی جس میں آتما کو سچا اور دیرپا آنند ملتا ہے اور جس میں آتما کی سب سے بڑی ضرورت بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ہر ایک ضرورت بنا جدوجہد اور دوڑ دھوپ کے ہی پوری ہو جاتی ہے۔ جو آدمی ایکاگر چت ہو کر سنجیدگی اور مستقل مزاجی کے ساتھ موکش کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ مبارک ہیں۔ اُن کی محنت کبھی ضائع نہیں جاتی۔

۲- مخالفت کے اصول اور پریم کے اصول

لوگ کہتے ہیں۔ کہ قوانینِ قدرت بڑے سخت ہیں۔ مگر وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قدرت بڑی دیالو (رحیم) ہے۔ پہلی بات کی وجہ یہ ہے۔ کہ لوگ قدرت میں ادلے کا بدلہ کے اصول کو دیکھتے ہیں۔ مطلب یہ کہ قدرت چھوٹی سے چھوٹی فروگذاشت کو بھی نظر انداز نہیں کرتی۔ دوسری بات کا سبب یہ ہے۔ کہ لوگ قدرت کے صرف

ان اصولوں کی طرف دھیان دیتے ہیں۔ جن سے رکھشا اور دیا کا چشمہ بہتا ہے حق بات یہ ہے۔ کہ قدرت کے قوانین نہ تو سخت ہیں اور نہ نرم۔ وہ پورے طور پر منصفانہ ہیں۔ بلکہ ان کو انصاف کے ناقابل تسخیر اصولوں کا نچوڑ کہنا چاہیئے۔

قدرت میں جو سخت گیری دکھائی دیتی ہے۔ اور جس کی وجہ سے کئی دکھ اُٹھانے پڑتے ہیں۔ وہ زندگی کا ضروری حصہ نہیں ہے۔ وہ ایک طرح کا دکھ بھرا احساس ہے جس کے ذریعے آخر میں ہمارے گیان (تجربہ) میں ترقی ہوتی ہے۔ یا یوں کہیئے کہ اگیان اور اشانتی کی رات کے بعد آنند اور شانتی کے نورانی دن کا طلوع ہوتا ہے۔

جب کوئی چھوٹا بالک آگ میں جل کر مر جاتا ہے۔ تب ہم قانونِ قدرت کو جس کی وجہ سے بچے کی موت ہو گئی۔ سخت نہیں بتاتے۔ اُس وقت ہم یہی کہتے ہیں کہ بچہ انجان تھا۔ یا اس کے ماں باپ نے اس کی نگرانی نہیں کی۔ اسی طرح آدمی اور دیگر جاندار جذبات (حوس) کی دکھائی نہ دینے والی آگ میں دن رات جلا کرتے ہیں۔ وہ جلانے والی آتمک طاقتوں کے شکار بن جاتے ہیں۔ ان طاقتوں کو وہ اگیان کی وجہ سے ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھتے۔ مورکھتا کی وجہ سے ان طاقتوں کا ناجائز استعمال کرتے ہیں۔ اور نقصان اٹھاتے ہیں۔ مگر آہستہ آہستہ وہ ان طاقتوں کو اپنے بس میں کرنا اور ان کے ذریعے اپنی حفاظت کرنا سیکھ جائینگے

حسد نہ کرو

ہر ایک جیو دھاری کا سب سے بڑا مقصد اپنی آتما کی ضروری طاقتوں کو سمجھنا انکو قابو میں کرنا اور ان کا جائز استعمال کرنا ہے۔ کچھ انسان زمانہ ماضی میں ان بڑے اور اونچے اصولوں کی تکمیل کر چکے ہیں۔ اور کچھ لوگوں نے زمانہ حال میں بھی ایسا

ے مثلاً مہاتما بدھ وغیرہ

ہی کیا ہے۔ جب تک ہم اس مقصد کو پورا نہ کرلینگے۔ تب تک ہم کو وہ مقام نہیں ملیگا۔ جہاں پر ہم کو اپنے سکھ کی سبھی چیزیں بنا جدوجہد کئے اور دکھ اٹھائے مل سکتی ہیں۔

آج کل کے زمانہ میں سبھی ملکوں میں زندگی میں بڑی بڑی مشکلات درپیش ہیں۔ لوگ خواہ کچھ پیشہ یا روزگار کرتے ہوں۔ وہ اس ناپائیدار زندگی کے لئے طرح طرح کا سامان اکٹھا کرنے میں ایک دوسرے سے لڑے مرتے ہیں انہوں نے حسد و بغض کو اتنا بڑھا دیا ہے۔ کہ اب وہ برداشت نہیں کئے جاسکتے۔ ایسے زمانے میں گیان کی بھی بڑی بھاری ترقی ہوئی ہے۔ اور آدمیوں نے بڑی بڑی روحانی ترقی کر لی ہے۔ کیونکہ جب آتما کو سب سے زیادہ کشٹ ہوتا ہے۔ تبھی اس کی ضرورت سب سے زیادہ بڑھتی ہے اور تبھی وہ اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے زیادہ کوشش کرتی ہے۔ اور جب کوشش کرنے کے لئے انگیخت زیادہ ہوگی۔ تو کامیابی بھی بڑی اور دیرپا ہوگی۔ انسان اپنے بھائیوں کے ساتھ اس وقت تک حسد کرتے رہتے ہیں۔ جب تک وہ یہ سمجھتے ہیں کہ حسد سے ہم کو لابھ ہوگا۔ اور سکھ ملیگا۔ مگر جب اس حسد سے ان کو الٹا نقصان ہونے لگتا ہے (کیونکہ اس سے نقصان ہونا ضروری ہے) تب وہ اپنے کئے پر پشیمان ہوتے ہیں۔ اور کسی اچھے طریقے کی کھوج کرتے ہیں۔ وہ لوگ مبارک ہیں۔ جو اپنے کاموں پر پشچاتاپ (پچھتاوا) کرتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے بھائیوں کے ساتھ حسد کرنا چھوڑ دیا ہے اور جن کو اس دکھ اور شوک کا گیان ہوگیا ہے۔ جو حسد کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ وہی شانتی مندر کے موکھش کے دروازے کو کھول کر اس میں داخل ہوسکتے ہیں۔

جو آدمی شانتی مندر کو کھوجنا چاہتا ہے۔ اسے اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے

ع۱ مثلاً مہاتما گاندھی جی وغیرہ

کہ جو رکاوٹیں اس کے راستے میں حائل ہونگی۔ وہ کیسی ہیں۔ اور وہ کس طرح سے پیدا
ہوتی ہیں۔ قدرت کے مخالفت اور جدوجہد کے اصول۔ جن کے مطابق انسان کام
کرتے ہیں اور عالمگیر اشانتی اور خوف اُن باتوں کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں۔ انسان
کو شانتی مندر کی کھوج کرنے سے روکتے ہیں۔ اگر ہم ان باتوں کو نہ سمجھینگے۔ تو ستیہ
اور استیہ کو نہ سمجھ سکینگے۔ اور اس لئے ہم اپنی آتمائی ترقی نہ کر سکینگے۔ ستیہ کو
سمجھنے اور اس کو اختیار کرنے سے پہلے اَست کو جان لینا چاہتے
ستیہ کا حقیقی روپ دیکھنے کے لئے پہلے اُن بھرم روپی بادلوں کو ہٹا دینا چاہئے
جو ستیہ کی اصلیت کو چھپائے ہوئے ہیں۔ ہم کو سچائی کا بے پایاں سمندر اسی وقت
دکھائی دیگا۔ جب ہمارے سامنے سے سنسار کی جھنجھٹوں کا پردہ اُٹھ جائیگا
اس کتاب کے پڑھنے والے کچھ ایسے بھی ہونگے۔ جو وچاروان اور جگیاسو
(طالب حق) ہیں۔ اور جو اپنے خیالات اور چال چلن کو اتنا اونچا بنانا چاہتے ہیں
کہ زندگی کی پیچیدہ باتیں اور بھید بھاو (تفرقات) بھی اُن کے سامنے آسان ہو
جاویں۔ ایسے ناظرین سے میں نویدن کرتا ہوں۔ کہ وہ میرے ساتھ ساتھ موکش
کے مارگ پر چلیں۔ مگر میں ان کو پہلے

نرک میں

لے جاؤنگا۔ جہاں پر لڑائی دنگہ اور خودغرضی کا بول بالا ہے۔ تاکہ ہم وہاں کی بھید
باتوں کا علم حاصل کر لیں اور پھر ہم موکش دھام کو چلینگے۔ جہاں پر شانتی اور
پریم کا راج ہے۔

میرے خاندان میں یہ دستور چلا آتا ہے۔ کہ جب شدت کی سردی پڑتی ہے
تب ہم لوگ پرندوں کے چگنے کے لئے دانے ڈال دیتے ہیں۔ میں نے یہ بات دیکھی

ہے۔ کہ جب پرندے حقیقت میں بہت بھوکے ہوتے ہیں۔ تب وہ بڑے پریم سے ایک ساتھ رہتے ہیں۔ ایک دوسرے سے چمٹتے ہیں۔ جس سے کہ وہ گرم بنے رہیں۔ اور ذرا کا فساد بالکل نہیں کرتے۔ اور اگر تھوڑا سا دانہ اُن کے آگے ڈال دیا جائے تو وہ بنا لڑے بھڑے ہی اسکو کھا لیتے ہیں لیکن اگر اُنکے سامنے اتنا کھانا ڈال دیا جاوے جو اُن سب کی ضرورت سے زیادہ ہو۔ تو وہ فوراً ہی لڑنا شروع کر دیتے ہیں کبھی کبھی ہم اُنکے آگے پوری روٹی ڈال دیتے تھے اور تب پرندے بہت تیزی سے اور دیر تک آپس میں لڑتے تھے اگرچہ اُنکے آگے اتنا بھوجن ہوتا تھا کہ وہ سب ملکر کئی دن میں بھی اُسے نہ کھا سکتے تھے۔ اُن میں سے کچھ پرندے جب اپنا پیٹ بھر لیتے تھے اور زیادہ نہ کھا سکتے تھے۔ تب وہ روٹی کے اوپر کھڑے ہو کر اس کے چاروں طرف اُڑتے تھے۔ اور نئے آنے والے پرندوں کو چونچیں مارتے تھے اور یہی کوشش کرتے تھے۔ کہ اُن کو بالکل کھانا نہ ملے۔ اس تیز لڑائی کے ساتھ ہی ساتھ بہت ڈر بھی لگا ہوا تھا۔ ہر ایک بار جب پرندے چونچوں میں روٹی لیتے تھے۔ تب وہ ادھر ادھر پھر کر دیکھتے تھے۔ کیونکہ اُن کو یہ ڈر لگا رہتا تھا۔ کہ یا تو اُن کا بھوجن چھن جائیگا۔ یا اُن کی جان جاتی رہے گی۔

اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ انسانوں کے باہمی برتاؤ اور قدرت میں جدوجہد کے قوانین کس طرح کام کرتے ہیں۔ اس جدوجہد کا باعث کمی نہیں ہے۔ بلکہ کثرت ہے۔ جو ملک جتنا ہی دولت مند اور عیش پسند ہوتا ہے۔ اس ملک میں زندگی کی ضروریات اور عیش و عشرت کا سامان مہیا کرنے میں اتنی ہی زیادہ جدوجہد دیکھی جاتی ہے۔ کسی دیش میں قحط پڑ جائے تو پھر وہاں جدوجہد کی بجائے رحم اور ہمدردی سے کام لیا جاتا ہے۔ اور اُس وقت دان دینے اور لینے سے لوگوں کو اس آنند کا کچھ سواد آ جاتا ہے جس کا لطف صرف اُن لوگوں نے لیا ہے۔ جنہوں نے کہ اپنی آتما کو اونچا (پوتر) کر لیا ہے۔

اس کتاب کو پڑھتے وقت ناظرین کو اس بات پر سدا دھیان رکھنا چاہیئے کہ

حسد یا جھگڑے کا باعث کثرت ہے

کمی نہیں۔ اس بات کو یاد رکھنے سے ناظرین صرف اس کتاب کی باتوں کو ہی نہیں بلکہ ساماجک زندگی اور انسانی زندگی کی سبھی باتوں کو سمجھ سکینگے۔ اس کے سوائے اگر وہ اس بات پر اچھی طرح اور سچے دل سے بار بار دھیان دیں۔ اور پھر جو سبق ملے۔ اس کے مطابق اپنی زندگی کو بنالیں۔ تو اُن کے لئے موکھش مارگ پر چلنا آسان ہو جائے گا۔

اب ہم مندرجہ بالا بات کی وجہ معلوم کرینگے۔ جس سے ہم اُن بُرائیوں سے بچ سکیں۔ جو اس سے سمبندھ رکھتی ہیں

جیساکہ ہم قدرت میں دیکھتے ہیں۔ ٹھیک ویسا ہی ساماجک اور قومی زندگی کی بھی ہر ایک بات ایک کام ہے۔ اور یہ سب کام ایک کارن کے اندر مخفی ہیں۔ جو دُور الگ نہیں ہے۔ بلکہ کام کا ایک ضروری انگ ہے جس طرح بیج پھول کے اندر موجود رہتا ہے۔ اور پھول بیج کے اندر چھپا رہتا ہے۔ اسی طرح کام اور اس کے کارن کا تعلق لازم ملزوم ہے۔ ہم ان دونو کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کر سکتے۔ کام میں نجی طاقت کچھ نہیں ہوتی۔ کارن (علت) میں جو شکتی ہوتی ہے اسی سے کام (معلول) میں طاقت آجاتی ہے۔

علت اور معلول کا قانون

اگر ہم اپنی نگاہ پھیلا کر دنیا میں دیکھیں۔ تو ہم کو وہ ایک میدان جنگ دکھائی دے گا جس میں آدمی۔ قومیں اور ملک عزت اور دولت کے لئے ایکدوسرے

ے سدا لڑا کرتے ہیں۔ ہم یہ بھی دیکھینگے۔ کہ کمزور ہارتے ہیں۔ اور زبردست (جن کے پاس جنگی سامان بہت ہے) فتح پاتے ہیں۔ اور دُنیا کی چیزوں کو اپنے قبضے میں کر لیتے ہیں۔ اس جنگ کے ساتھ ہم کئی دُکھ بھی دیکھینگے۔ کیونکہ جنگ و جدل سے دُکھ ضرور پیدا ہوتے ہیں۔ ہم دیکھینگے۔ کہ مرد و عورتیں ذمہ واری کے بوجھ کے نیچے دب کر اپنی خواہشوں کی تکمیل میں ناکام رہتے ہیں۔ اور سب کچھ کھو بیٹھتے ہیں۔ خاندانوں اور قوموں میں پھوٹ پڑ جاتی ہے۔ اور وہ کئی ٹکڑوں میں منقسم ہو جاتی ہیں۔ اور ملک اپنی آزادی کھو کر دوسروں کے غلام بن جاتے ہیں۔ آنسوؤں کی ندیاں بہ کر گھور دُکھ اور شوک کی کتھا سُناتی ہیں۔ پریمی ایک دوسرے سے بڑے دُکھ کے ساتھ جُدا ہوتے ہیں۔ اور بہت سے آدمی قحط اور قبل از وقت موت کا لقمہ بن جاتے ہیں۔ اگر ہم یدھ کی مندرجہ بالا باتوں کو چھوڑ کر اندرونی گیج (حالت) کی طرف نگاہ دوڑائیں۔ تو ہم کو زیادہ کر کے دکھ ہی دُکھ دکھائی دیگا۔

انسان جب آپس میں حسد و بغض کرتے ہیں۔ تب ایسی ہی کئی باتیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ یہ باتیں کام (معلول) ہیں۔ اور ان سب کاموں کا ایک ہی کارن (علت) ہے۔ جو انسان کے دل میں رہتا ہے۔ جس طرح کئی طرح کے درخت اور پودے ایک ہی دھرتی سے ایک ہی مٹی سے اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں اور اسی پر پھولتے پھلتے ہیں۔ اسی طرح انسانی زندگی کے جتنے کام ہیں۔ ان سب کی جڑ ایک ہی جگہ میں جمتی ہے اور وہ جگہ ہے۔ انسانی دل جو دُکھ اور سکھ سنسار میں دکھائی دیتا ہے۔ اس کا کارن (علت) انسانی زندگی کی بیرونی باتوں میں نہیں۔ بلکہ دل اور دماغ کی اندرونی حالت میں رہتا ہے۔ انسان جتنے بیرونی کام کرتا ہے ان سب کا آدھار اس کا دل ہوتا ہے۔

انسانی زندگی کی جتنی باتیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ وہ کسی کارن (علت) کے کام (معلول) ہیں۔ خواہ ان کا پربھاو اُلٹا پڑے۔ مگر کام کی درشٹی سے وہ کارن نہیں ہو سکتیں۔ وہ تو سدا کے لیئے کام ہی بنی رہینگی۔ ان کی پیدائش کسی مستحکم اور اندرونی کارن سے ہوتی ہے۔

یہ انسان کی عادت ہے۔ کہ وہ کام (معلول) کے چکر میں پڑ جاتا ہے اور بھرم میں ڈالنے والی باتوں کو سچ سمجھ لیتا ہے۔ وہ ان کاموں کو الٹ پھیر کر اُن کاموں کا تعلق قائم کر کے انسانی زندگی کی مشکلات کو حل کیا کرتا ہے مگر وہ گہرائی میں جا کر اُس اندرونی کارن کو نہیں کھوجتا۔ جو ان سب کاموں کی جڑ ہے اور جس کے آدھار پر انسانی زندگی کو شانتی مئے بنایا جا سکتا ہے۔

جنگ۔ سوشل اور پولیٹکل جھگڑے۔ مذہبی تعصب۔ ذاتی لڑائیاں اور کاروباری تنازعات وغیرہ سبھی طرح کے سنسارک بدھ کی پیدائش ایک ہی کارن (علت) سے ہوتی ہے۔ اور وہ کارن (علت)

ذاتی خود غرضی ہے

یہاں پر میں خود غرضی کا مطلب وسیع معنوں میں لیتا ہوں۔ میں اس میں سب طرح کے آتم پریم اور ابھیمان کو بھی شامل کرتا ہوں۔ میں اس لفظ میں اُس خواہش کو بھی شامل کرتا ہوں۔ کہ جس کی وجہ سے انسان ذاتی سکھ یا ذاتی حفاظت کی طرف جھکتا ہے

یہی خود غرضی حسد اور حسد کے نیموں کا مول کارن ہے۔ اگر خود غرضی نہ ہو۔ تو دُنیا سے حسد و بغض کا نام و نشان مٹ جائے۔ جب آدمی کے دل میں خود غرضی گھسی ہوتی ہے۔ اس کی زندگی میں حسد و بغض کے نیم کام کرنے لگ

ہیں۔ اور پھر وہ انسان انہیں نیموں کو پالن کرنے لگتا ہے

سنسار میں سے یدھ کی ہستی مٹا دینے کے لیے کئی انجمنیں قایم کی گئیں مگر وہ سب ناکام ثابت ہوئیں۔ اور ایسا ہونا لازمی تھا۔ وجہ یہ کہ یہ انجمنیں اس وہم کی بنیاد پر قایم کی گئیں۔ کہ بیرونی حکومتیں اس یدھ کا کارن ہیں مگر اصلی بات یہ ہے کہ یہ بیرونی حکومتیں اندرونی یدھ کی سایہ محض ہیں۔ وہ ندیوں کی مانند ہیں جن میں اندرونی سنگرام کی دھارائیں بہتی ہیں۔ ندیوں کا ناش کرنا عبث ہے کیونکہ پھر اندرونی سنگرام کی دھارائیں اپنے لیے اور راستہ نکال لینگی یعنی نئی نئی ندیاں بن جاوینگی۔ اس طرح یدھ بند نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک دل میں حسد گھسا رہیگا تب تک مخالفت کے اصول کام کرتے رہینگے۔ خود غرضی کو ترک کئے بغیر جتنے سدھار کئے جاوینگے وہ سب عبث ہونگے لیکن اگر خود غرضی کو ترک کر دیا جاویگا اور اس کو دور کرنے کی کوشش کی جاویگی۔ تو سدھار کرنے میں ضرور کامیابی ہوگی۔

اس لئے خود غرضی ہی سب جھگڑوں کا مول کارن ہے اور اسی سے حسد و بغض پیدا ہوتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ سب ایسی انجمنیں یا حکومتیں جن کی بنیاد خود غرضی پر قائم ہے۔ اس درخت کی شاخیں اور پتے ہیں۔ کہ جو ساری دنیا پر پھیل جاتا ہے۔ اور جس کی جڑ ذاتی خود غرضی ہے۔ اور جس کے پکے ہوئے پھل دکھ اور شوک ہیں۔ صرف شاخوں کو کانٹ چھانٹ کر ہم اس درخت کا ناش نہیں کر سکتے۔ اگر ہم اس درخت کا ناش کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں جڑ کو نشٹ کر دینا چاہیئے۔ بیرونی حالت کو بدلنا شاخوں کے کاٹنے کی مانند ہے جس طرح درخت کی کچھ شاخوں کے کاٹ دینے سے باقی بچی ہوئی شاخوں میں زیادہ بل آجاتا ہے اسی طرح دشمنی۔ مخالفت اور جھگڑوں کو بند کرنے کے لیے جو اپائے کئے جاتے ہیں۔ وہ اس درخت کے بل کو اور بھی بڑھا دیتے ہیں۔ جس کی جڑھیں انسان کے دل میں سدا بڑھتی رہتی ہیں۔ سرکاری قانون بھی صرف شاخوں کی کانٹ چھانٹ

کر سکتے ہیں جس سے درخت کی بڑھتی باقاعدہ اور یکساں ہو اس سے زیادہ سرکاری قوانین کچھ نہیں کر سکتے۔
اب بدیشوں میں ایک ایسا شہر قایم کرنے کی کوشش ہو رہی ہے
جس کو ہم "باغوں کا شہر" کہہ سکیں۔ یعنی جس میں جگہ جگہ پر خوبصورت باغ اور سبزہ زار
بنے ہوئے ہوں۔ اور جس میں انسان سکھ اور شانتی سے رہ سکیں۔ اگر ایسی کوششیں
بے غرض پریم سے کی جائیں۔ تو وہ سچ مچ قابل تعریف ہیں۔ مگر ایسے شہر سے اس وقت
تک کوئی فایدہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس کے زیادہ تر باشندے اپنی دلی
خود غرضی کو دور نہ کر دیں۔ اگر اس شہر کے باشندوں میں ایک طرح کی خود غرضی
یعنی آتم بھوگ (محض ذاتی سکھ اٹھانے) کی خواہش بھی ہوگی۔ تو یہ خواہش اس شہر کو
جلدی کھو دے گی۔ اس کے باغوں کو مٹی میں ملا دیگی۔ اس کے خوبصورت محلوں
میں حسد و بغض کا بازار گرم ہو جائے گا۔ اور ہر ایک آدمی اپنی ہی وشے واسنا کے
پورا کرنے میں لگ جائیگا۔ اس کی پبلک عمارتوں میں جھگڑوں کو روکنے اور امن قایم
کرنے کی انجمنیں کھل جائیں گی۔ اور اس کے پبلک میدانوں میں قید خانوں۔ اناتھالیوں
اور لولے لنگڑوں اور اندھوں کے رہنے کے مکان بن جائیں گے۔ کیونکہ جہاں کہیں
آتم بھوگ یعنی ذاتی (خود غرضی) کی خواہش موجود ہے۔ وہاں پر اس کو پورا کرنے
کے اُپائے بھی فوراً کئے جائیں گے۔ اور سوسائٹی کے یا دوسروں کے مفاد پر کچھ
دھیان نہ دیا جائے گا۔ کیونکہ

خود غرضی انسان کو اندھا بنا دیتی ہے

ایسی حالت میں خود غرضی کے برے نتایج بھی انسانوں کو بہت جلدی بھگتنے
پڑینگے۔ جب تک وہ یہ نہ سیکھ جائیں کہ آتم رکھشا (ذاتی حفاظت) سے آتم تیاگ اچھا
ہے۔ اور جب تک وہ اپنے دلوں میں نشکام پریم روپی باغوں کا شہر قائم نہ کر لیں

تب تک صرف عیش و عشرت کے محلوں کے بنا دینے اور خوبصورت باغوں کے لگا دینے سے باغوں کا شہر نہیں بن سکتا۔ جب ہم سب کے سب ”پرش اور استریاں“ سوارتھ تیاگ“ سیکھ جائینگے۔ جب وہ اپنے سکھ کا خیال نہ کر کے دوسروں کو سکھ دینا ہی پسند کرینگے تب ضرور ہی باغوں کا شہر بن جائے گا۔ کیونکہ زندگی بخش باغوں کی پیدائش دل سے ہوتی ہے۔

ہم کو یہ معلوم ہو گیا۔ کہ ساری مخالفت۔ دشمنی اور جھگڑے کا مول کارن خود غرضی ہے۔ اب یہ سوال اٹھتا ہے۔ کہ اس کو کس طرح سے دُور کر سکتے ہیں؟ کیونکہ یہ بات قدرتی ہے۔ کہ کارن (علت) کے نشٹ ہو جانے سے اس کے کام (معلول) بھی نہیں رہتے۔ اور کارن کے موجود رہنے سے اس کے نتائج (کام) بنے رہتے ہیں خواہ ہم ان کے بیرونی سوروپ کو کتنا ہی بدل دیں۔ جس آدمی نے زندگی کے مسئلہ پر ذرا بھی باریکی سے وچار کیا ہے۔ اور ہمدردانہ نگاہ سے سب انسانوں کے دکھوں کی پڑتال کی ہے۔ اُسے معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ خود غرضی اور محض خود غرضی ہی سب دکھوں کی جڑ ہے۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ ہر ایک سمجھدار آدمی کے دل میں پہلے پہل یہی بات داخل ہوتی ہے۔ جب انسان کو یہ بات معلوم ہو جاتی ہے۔ تب اس کے دل میں خود غرضی پر غالب آنے کی تدبیر کے تلاش کرنے کی بھی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس آدمی کے دماغ میں پہلے پہل ایک ایسا اصول (نیم) بنانے کا یا سوسائٹی کا ایک ایسا نیا سنگٹھن کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ جس کے ذریعے دوسروں کی خود غرضی کا خاتمہ ہو جائے۔ اور اس کے بعد اس کے دماغ میں ایک دوسرا خیال اُٹھتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اُسے یہ معلوم ہونے لگتا ہے۔ کہ اس کے راستے میں خود غرضی کی بہت بڑی اور وسیع عمارت کھڑی ہے۔ اور وہ بے یار و مددگار ہے۔ اس کے دماغ کے ان دو خیالات کی وجہ یہ ہے۔ کہ اسے خود غرضی کا ٹھیک ٹھیک مطلب

نہیں معلوم ہوتا۔ کہ اگرچہ اس نے خود غرضی کی موٹی موٹی باتوں کو دل سے نکال دیا ہے۔ اور اس کے دل میں اتنی ہی پوترتا آ گئی ہے۔ تو بھی خود غرضی کی بہت سی باریک باتیں اس کے دل میں اب بھی موجود ہیں۔ جب وہ اپنے آپ کے لیے یار و مددگار سمجھنے لگتا ہے۔ تب وہ مندرجہ ذیل دو کاموں میں سے ایک کام ضرور کرتا ہے۔ یا تو وہ آدمی مایوس ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور پھر ویسا ہی خود غرض بن جاتا ہے۔ یا وہ مشکلات سے چھٹکارہ پانے کے لیے کوئی دوسری تدبیر سوچتا ہے۔ اور وہ دوسری تدبیر ضرور نکال لیتا ہے۔ دنیا کی باتوں پر زیادہ باریکی سے وچار کرنے سے۔ اُن پر دھیان دینے سے۔ ان کی پریکشا (امتحان) اور آلوچنا کرنے (اُن کے حسن و قبح پر غور کرنے) سے ہر ایک مشکل اور الجھن کو اپنے دماغ کی ساری طاقت لگا کر حل کرنے سے اور ہر وقت سچائی کے پریم کو بڑھاتے رہنے سے اس کی وچار شکتی بڑھ جاتی ہے اور آخر میں وہ یہ معلوم کر لیتا ہے کہ خود غرضی کو نشٹ کرنے کا اُپائے یہ نہیں ہے کہ اس کے ایک روپ کو دوسرے اُس کو ٹرانسفر کر دیں۔ بلکہ ہمیں اپنے دل سے اس کو سدا کے لیے نکال دینا چاہیے۔ اس سچائی کا پتہ لگ جانے سے

آتمک گیان کا پرکاش ہو جاتا ہے

اور جب ایک بار ہم کو یہ بات حاصل ہو جاتی ہے۔ تب ہم کو نکتی کے مارگ کا پتہ لگ جاتا ہے۔ اور مکتی دھام کا دروازہ دور فاصلے پر دکھائی دینے لگتا ہے تب انسان اپنے دل میں یہ سوچتا ہے۔ کہ میں دوسروں کو خود غرض کہتا تھا۔ مگر اپنی خود پرستی کو نہ دیکھتا تھا۔ میں اپنی خود غرضی کو دور کیے بغیر ہی دوسروں سے کہتا تھا۔ کہ تم لوگ اپنی خود غرضی کو دور کر دو۔ جب آدمی ان لفظوں کے مطابق چلتا ہے۔ اور اپنے کاموں کی سختی کے ساتھ چھان بین کرتا ہے۔ مگر دوسروں کے

کاموں کی نہیں کرتا۔ تب اُسے حسد (یعنی دُویدھا یا ٹیگی) کے نرک سے نکلنے کی شاہراہ مل جاتی ہے۔ پریم کے نیم کے مطابق چلنے سے بُری باتیں اس سے کوسوں دور بھاگتی ہیں۔ اور اس کے سامنے وہ سُکھ سدا ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ہیں جن کو خود غرض لوگ عبث ہی کھوجتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں۔ بلکہ اپنی ترقی کرکے وہ سنسار کی بھی ترقی کر سکتا ہے۔ اس کو دیکھ کر بہت سے لوگ مکتی کے مارگ کو پہچانینگے اور اس کی زندگی کا یہ پربھاو پڑے گا۔ کہ جھوٹ ہیں لوگوں کو اپنے دام میں پھنسانے کی اتنی شکتی نہ رہے گی۔

یہاں پر ایک سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا اس آدمی کو جس نے خود غرضی یا خود پرستی کو جیت لیا ہے۔ اور اس طرح سے جو دوئی (راگ ودویش) کے جھگڑوں سے چھٹکارہ پا گیا ہے۔ دوسروں کی خود غرضی اور راگ ودویش سے نقصان نہ پہنچیگا؟ اتنا ہی کیوں ٹھاکر اپنے آپ کو پوتر کرنے کے بعد کیا اس کو اپوتر (ناپاک) آدمیوں سے نقصان نہ پہنچیگا؟ اس سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ نہیں ہرگز نہیں ایشور کا نیائے اٹل ہے۔ اُسے کوئی پلٹ نہیں سکتا۔ اس لیئے یہ ناممکن ہے کہ جس آدمی نے خود غرضی کو جیت لیا ہے۔ اس پر ان باتوں کا اثر پڑ سکے۔ جو خود غرضی سے تعلق رکھتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ

ہر ایک آدمی کو اپنی ہی خود غرضی کی وجہ سے نقصان اٹھانا پڑتا ہے

یہ سچ ہے کہ سب خود غرض لوگ دوئی (راگ ودویش) کے اصولوں سے بندھے ہوئے ہیں۔ اور سب مل کر نقصان اٹھاتے ہیں۔ یعنی ہر ایک انسان دوسرے کے دکھوں کا کم و بیش اُپادان کارن (وسیلہ) بن جاتا ہے اور بالائی نظر سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا انسان کو دوسروں کے پاپوں کی سزا ملتی ہے۔ نہ کہ اپنے ہی

پاپوں کی۔ مگر اصل میں بات یہ ہے۔ کہ دنیا مساوات کے اصول پر قائم ہے اور وہ تبھی
چل سکتی ہے۔ جب اس کے سب انگ (اعضاء) ایک دوسرے سے مل کر کام کریں
اس دنیا میں ہر ایک آدمی اپنے ہی پاپوں کی وجہ سے دکھ اٹھاتا ہے
اس کے گناہوں کی وجہ سے کسی دوسرے کو نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ ہر ایک انسان
اپنے ہی کرموں کا پھل بھوگتا ہے۔ دوسرے کے کرموں کا نہیں۔ ہاں اگر وہ کسی
دوسرے آدمی کی مانند کرم کریگا۔ تو وہ اسی کی مانند پھل بھوگیگا۔ لیکن اگر وہ ان
کرموں کو چھوڑ دے۔ اور ان سے اچھے کرم کرنے لگ جائے۔ تو اسے پھر ویسا پھل
نہ بھوگنا پڑیگا۔

اب ہم درخت کی مثال دیتے ہیں جس طرح پتے اور شاخیں جڑ کے سہارے بڑھتی
ہیں۔ اسی طرح جڑ اپنی خوراک زمین سے حاصل کرتی ہے۔ اس اصول کے مطابق خود
غرضی جو دکھ پاپ روپی درخت کی جڑ ہے۔ اپنی خوراک اگیان (جہالت) کی زمین
سے حاصل کرتی ہے۔ اور اگیان (کی مٹی میں وہ بڑھتی اور پھولتی پھلتی ہے۔
اگیان سے میری مراد انپڑھ ہونا نہیں ہے۔ اس لفظ سے میری مراد کچھ اور ہی ہے
جس کا ناظرین کو آگے چل کر علم ہو جاویگا۔

خود غرض آدمی ہمیشہ اندھیرے میں رہتا ہے۔ وہ گیان سے رہت ہوتا
ہے۔ خود غرضی ایک ایسا عیب ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی گیان کے مارگ سے
بہت دور جا پڑتا ہے۔ خود غرضی کی وجہ سے انسان اندھا ہو جاتا ہے کچھ اونچ نیچ
نہیں سمجھتا۔ اور کسی اصول کے مطابق کام نہیں کرتا۔ اور اسی لئے وہ دوئی (راگ
دویش) کے ان نیموں میں جکڑا جاتا ہے جن کے ذریعے انسانوں کو اس لئے کشٹ
اٹھانا پڑتا ہے۔ کہ سنسار میں مساوات یعنی یا اکتائی کا اصول نہ رہے جس دنیا میں ہم
رہتے ہیں۔ اس میں سب طرح کی کار آمد (مفید) چیزیں موجود ہیں اور [illegible]

اور جسمانی بھلائی کرنے والی چیزوں کی یہاں اتنی کثرت ہے کہ ہر ایک آدمی
جتنی چاہے اتنی ہی لے سکتا ہے۔ اور پھر بھی بہت چیزیں بچی رہیں گی۔ یہ سب ہونے
پر بھی ہم اگیان کا کیسا برا پھل دیکھتے ہیں۔ ہم ایک طرف تو یہ دیکھتے ہیں کہ کروڑوں
عورتیں اور مرد غلامی کے بندھنوں میں بندھی ہوئے ہیں اور پیٹ بھرنے کے لئے
روکھی سوکھی روٹی اور جسم ڈھکنے کے لئے کپڑا حاصل کرنے کے لئے رات دن
محنت کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف ہم ایسے ہزاروں آدمیوں کو دیکھتے ہیں جنہوں
نے امیر گھرانوں میں جنم لیا ہے۔ اور جن کے پاس ضرورت سے زیادہ دھن موجود
ہے۔ مگر پھر بھی ان کو زیادہ دھن کمانے کی ایسی دھن لگی ہوئی ہے کہ وہ زندگی
کے سچے سکھوں سے اور ان سنہری موقعوں سے جو ان کو دولت مند ہونے کی
وجہ سے مل سکتے ہیں۔ ان سے محروم رہ جاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ انسانوں
میں حیوانوں سے زیادہ بدحیائی نہیں ہے۔ کیونکہ حیوانوں کی مانند ہی وہ بھی
ان چیزوں کو حاصل کرنے کے لئے لڑتے جھگڑتے ہیں جو دنیا میں ان سب کی ضروریات سے
بھی زیادہ ہیں۔ اور جن کو وہ شانتی پوروک اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں۔
یہ سب باتیں اس وقت ہوتی ہیں۔ جب کہ اگیان ہوتا ہے۔ جب اگیان
روپی اندھیرا اتنا گہرا ہوتا ہے۔ کہ صرف بدھیمان اور پوتر دل والے لوگ ہی اپنی
خود غرضی سے رہت نگاہوں سے اس کے آر پار دیکھ سکتے ہیں۔ مثلاً۔ خوراک
اور کپڑا حاصل کرنے کے لئے انسان جو دوڑ دھوپ کر رہے ہیں اس کے ساتھ ہی

انصاف کا مخفی اور عالمگیر قانون

بھی کام کر رہا ہے۔ یہی قانون ہر ایک کو اس کے پاپ اور پُن کا پھل دیتا ہے۔ یہ
قانون بے رو رعایت ہے۔ کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔ نہ کسی پہ رحم کرتا ہے۔ اور

نہ کسی پر مناسب سے زیادہ سختی کرتا ہے۔ ہم کو اپنے پچھلے برے کرموں کا پھل خواہ فوراً ہی ملتا ہے خواہ کچھ عرصہ بعد۔ مگر ملتا ضرور ہے۔

امیر اور غریب دونو کو اپنی خود پرستی کی یکساں سزا ملتی ہے۔ اس سزا سے کوئی بچ نہیں سکتا جس طرح غریب آدمیوں کو دکھ اٹھانے پڑتے ہیں۔ اسی طرح امیر آدمیوں کے پیچھے بھی کسی نہ کسی طرح کے دکھ لگے ہوئے ہیں۔ اس کے سوا دولتمند لوگ دولت مر ملتے جاتے ہیں۔ اور غریب لوگ دولت مند ہوتے جاتے ہیں۔ جو آدمی آج غریب ہے۔ وہ کل امیر ہو جاتا ہے۔ اور جو آج امیر ہے۔ وہ کل غریب ہو جاتا ہے۔ نرک کی کوئی بات دیرپا نہیں ہے۔ اور نہ وہاں پر جان مال کی خیر ہے وہاں پر سدا کسی نہ کسی طرح کا دکھ بھوگنا پڑتا ہے۔ صرف بیچ بیچ میں تھوڑی دیر کے لئے کبھی چین مل جاتا ہے۔ وہاں پر خوف سایہ کی طرح انسان کے پیچھے لگا رہتا ہے۔ کیونکہ جب انسان خود غرضی سے مغلوب ہو کر کوئی چیز حاصل کرتے ہیں تب ان کو اس کے چھن جانے کا ہمیشہ ڈر لگا رہتا ہے اسی طرح غریب آدمی جو خود غرضی کی وجہ سے دھن کی کھوج میں لگے رہتے ہیں۔ پھر کنگال ہو جانے کے خوف سے دکھی رہتے ہیں۔ اس کے سوائے ہر ایک آدمی کو جو جد و جہد کے اس! دنیا سنسار میں رہتے ہیں۔ ایک بڑا ڈر لگا رہتا ہے۔ اور وہ ڈر موت کا ہے۔

جو لوگ اگیان کی گہری تاریکی سے گھرے ہوئے ہیں۔ اور ان اٹل اصولوں کا گیان نہیں رکھتے۔ جو سب چیزوں کی پیدائش اور قیام کا موجب ہیں۔ ان کو یہ بھرم رہتا ہے۔ کہ زندگی کے بہت ہی ضروری پدارتھ کھانا اور کپڑا ہیں اور ان کا پہلا فرض ان کو حاصل کرنا ہے۔ وہ ان بیرونی چیزوں کو سکھ کا سادھن سمجھتے ہیں۔ اپنی حفاظت کے اندھو چار کی وجہ سے ہر ایک آدمی اپنی روزی کمانے میں دوسرے آدمیوں کا مقابلہ کرتا ہے۔ کیونکہ وہ یہ سمجھتا ہے۔ کہ اگر وہ دوسرے آدمیوں

سے چوکنا نہ رہیگا۔ اور اُن کے ساتھ برابر کا یدھ نہ کرے گا۔ تو وہ اس کی روزی چھین لینگے۔

یہ پہلا اور ابتدائی بھرم و وہم ہے۔ اس سے آگے کئی وہم اور پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور پھر ان وہموں کی وجہ سے انسان دنیا میں بے شمار دکھ بھوگتے ہیں۔ کپڑا اور کھانا نہ تو زندگی کے ضروری انگ ہیں اور نہ سکھ کا کارن ہیں۔ وہ غیر ضروری چیزیں ہیں اور معمولی ہیں۔ ان کی پیدائش عالمگیر غلطی سے ہوتی ہے۔ زندگی کیلئے ضروری چیزیں تو سچائی ہیں شردھا بھگتی۔ پاکیزگی۔ آتم تیاگ۔ دیا۔ پریم وغیرہ ہیں۔ جو سداچار کے آدھار ہیں اور انہیں سے سب اچھی باتوں کی پیدائش ہوتی ہے۔ کھانا۔ کپڑا اور دھن ادنے چیزیں ہیں۔ اُن میں کوئی اُونچی شکتی نہیں ہے۔ اُن کو شکتی ہم دیتے ہیں۔ وہ ہم کو اپنے آپ نہ تو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ نہ نقصان۔ یہ جسم بھی جس کو لوگ اپنا سمجھتے ہیں جس کے وہ غلام بنے رہتے ہیں اور جس کو وہ چھوڑنا نہیں چاہتے۔ ایک دن مٹی میں مل جائے گا۔ مگر سداچار کی اونچی باتیں ان سے سدا الگ ہیں۔ ان کو زندگی کا سار کہنا چاہیئے۔ اُن پر چلنا۔ اُن کے بھگت بننا اور انہیں میں محو رہنا ہی موکھش کو حاصل کرنا ہے۔

جو آدمی یہ کہتا ہے کہ "پہلے میں اپنی ضروریات کے مطابق دھن کماؤنگا۔ اور سوسائٹی میں نام پاؤنگا۔ تب میں ان اونچی باتوں پر دھیان دونگا" وہ ان اونچی باتوں کو نہیں سمجھتا۔ یا اُن کو اونچی نہیں خیال کرتا۔ کیونکہ اگر وہ ان باتوں کو اونچی خیال کرتا۔ تو وہ ان کو نیچی نگاہ سے نہ دیکھتا۔ وہ بیرونی چیزوں (دھن ونا موری وغیرہ) کو اونچا سمجھتا ہے۔ اور اس لئے پہلے اُن کو پراپت کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ دولت۔ کپڑا اور ناموری کو بہت ہی ضروری اور اہم سمجھتا ہے اور پوترتا اور سچائی کو نچلے درجے کی چیزیں سمجھتا ہے۔ اُن کو ان باتوں پر نیوچھاور کر دیتا ہے۔

جن کو وہ بڑا سمجھتا ہے۔ جوں ہی انسان یہ سمجھ جاتا ہے کہ پوتّر جیون بسر کرنا
کھانا اور کپڑا حاصل کرنے کی نسبت زیادہ اہم ہے۔ توں ہی وہ بھوجن کپڑے
وغیرہ کی فکر چھوڑ دیتا ہے۔ اور پوترتا کو اپنی زندگی کا سب سے
بڑا مقصد بنا لیتا ہے۔ یہیں پر وہ دُکھ کی حد سے نکل کر موکش یا سوُرگ
کی حد میں قدم رکھتا ہے۔

جب انسان پوترتا کی مہما اور حقیقت کو سمجھ جاتا ہے۔ تب اپنے بارے میں
دوسروں کے بارے میں۔ بیرونی باتوں کے بارے میں اور اندرونی باتوں کے
بارے میں اس کے خیالات بالکل بدل جاتے ہیں۔ وہ آتم پریم (خود غرضی) کے
بندھن سے آہستہ آہستہ چھوٹ جاتا ہے۔ آتم رکشا (ذاتی حفاظت) کا خیال
اس کے من سے دور ہونے لگتا ہے اور اس کی بجائے وہ آتم تیاگ (نفس کشی) کا بھاؤ
سے دوسروں کی سیوا کرنا سیکھ جاتا ہے۔ وہ اپنی بھلائی کے لئے دوسروں کے
سکھ کو نیچا اور کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ بلکہ اب دوسروں کی بھلائی کے لئے اپنے
آپ کو اور اپنے سکھ کو نیچا اور کرنے لگتا ہے۔ اس طرح خود پرستی کو ترک کر
کے وہ دُوئی (دو رنگی) کے دوش سے چھٹکارا پا جاتا ہے کیونکہ اس کی جڑ
خود پرستی ہی ہے۔ دُوئی یا مخالفت کے نیموں کا اثر بھی اس کے اوپر نہیں پڑتا
کیونکہ یہ نیم خود پرستی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ اس آدمی کی مانند ہو جاتا ہے
جو پہاڑ پر چڑھ گیا ہے اور اس لئے نیچے کی گھاٹیوں کی کھلبلی سے اس کو نجات
مل گئی ہے۔ بادل برستے اور گرجتے ہیں۔ بجلی چمکتی ہے۔ کہرا گھر جاتا ہے۔ اور
آندھیاں درختوں وغیرہ کو جڑوں سے اکھاڑ دیتی اور نشٹ کر دیتی ہیں۔ مگر
وہ اس تک نہیں پہنچ سکتیں۔ کیونکہ وہ بہت اونچا چڑھ گیا ہے۔ وہ ایسی جگہ
پہنچ گیا ہے۔ جہاں پر ہمیشہ روشنی اور شانتی بنی رہتی ہے

ادھنے درجے کے اصول ایسے لوگوں کی زندگی سے بہت دور رہتے ہیں۔ وہ خود
اپ ایک اونچے (اعلا) اصول کی حد میں آجاتا ہے۔ اور یہ اونچا نیم پریم کا نیم
ہے۔ اس نیم کا پالن کرنے سے اسے مناسب وقت پر اپنے سکھ کی سبھی چیزیں
مل جاتی ہیں۔ دنیا میں نام پیدا کرنے کا خیال اس کے دل میں نہیں آسکتا۔ اور وہ
دولت۔ کھانا اور کپڑا وغیرہ بیرونی چیزوں کو اپنے دھیان میں کبھی نہیں لاتا۔ وہ
اپنے آپ کو پراوپکار میں لگا دیتا ہے۔ وہ شبھ پھل کی پراپتی کا وچار کئے بغیر ہی
سچائی اور شردھا کے ساتھ اپنے فرائض کو ادا کیا کرتا ہے اور سدا پورنتا کے اصول
کے مطابق اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔ باقی کے سب کام اپنے اپنے وقت پر مناسب
طریقے سے اپنے آپ ہوتے رہتے ہیں۔ جس طرح دکھ اور درد کی پیدائش ان
کے منبع خود پرستی سے ہوتی ہے۔ اسی طرح سکھ اور شانتی کی پیدائش ان کے
منبع پورنتا سے ہوتی ہے اور یہ سکھ بھرپور اور ہر طرح سے مکمل ہوتا ہے۔
ایسا آدمی آزاد ہوتا ہے۔ کیونکہ اسے چنتا۔ فکر۔ مایوسی وغیرہ مانسک [illegible]
سے جن کی پیدائش خود غرضی کی وجہ سے ہوتی ہے چھٹکارہ مل جاتا ہے۔ اور وہ
دوزخ (نرگ ودیش) کی حد و جہد میں بھی انت آنند اور سکھ شانتی کے ساتھ
زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ نرک کے درمیان چلتا رہتا ہے۔ مگر نرک کی آگ اس
کی طرف نہیں دوڑتی۔ بلکہ اس کی طرف سے اپنے شعلوں کو پھیر لیتی ہے۔ اور
اس کے سر کا ایک بال تک بانکا نہیں ہوتا۔ وہ خود پرستی روپی شیروں کے
درمیان پھرتا رہتا ہے۔ مگر اس کے سامنے ان شیروں کا منہ بند ہو جاتا ہے اور
ان کا غصہ شانت ہو جاتا ہے۔ اس کے چاروں طرف زندگی کی سخت کشمکش میں
.. انسان مرتے چلے جاتے ہیں۔ مگر اس کا کچھ بھی نہیں بگڑتا۔ اور نہ اسے خوف
ہی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے پاس تک نہ تو کوئی جان لینے والی گولی پہنچ

سکتی ہے - اور نہ کوئی زہریلا تیر اس کی پوترتا کے مضبوط زرہ بکتر کے پار ہو
سکتا ہے - دُکھ - فکر - خوف وغیرہ کے ناچیز اور خودغرضانہ جیون کو کھو کر اس
نے سکھ اور شانتی کے وسیلے - اعلیٰ اور ہمہ صفت موصوف (سروانگ پورن)
جیون کو حاصل کر لیا ہے - اس لئے ان باتوں کی چنتا نہ کرو - کہ ہم کیا کھائینگے -
کیا پئینگے اور کیا پہنینگے - سب سے پہلے موکش اور پوترتا کی کھوج کرو - اور پھر یہ
سب باتیں تم کو پراپت ہو جاوینگی -

(۳) ایک اصول کی تلاش

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے - کہ انسان موکش کیسے حاصل کر سکتا ہے ؟ وہ کس
طریقے سے اس روشنی کو حاصل کر سکتا ہے - جو اندھکار کے ہٹانے کا ایک ماتر
سادھن ہے - اور وہ کس طرح سے اس اندرونی خودغرضی کو جیت سکتا ہے جو
اس کو جکڑے ہوئے ہے اور اس کے روم روم میں سما گئی ہے -

موکش کی پراپتی کا اُپائے یہ ہے - کہ انسان اپنے آپ کو پوتر کرے اور یہ
تبھی ہو سکتا ہے - کہ جب وہ اپنے گُنوں اور اوگنوں (عیب و ثواب) کو اپنے
اندر کھوج کرے - خودغرضی کو تبھی دُور کیا جا سکتا ہے - جب اس کو تلاش کر لیا
جاوے - اور اس کا حقیقی گیان حاصل کر لیا جائے - جب تک انسان مطلب پرست
بنا رہے گا - تب تک وہ خودغرضی کو دُور نہیں کر سکتا - خودغرضی اپنے آپ بھی
نہیں جا سکتی - اندھیرا اس وقت جاتا ہے - جب روشنی آتی ہے - اسی طرح اگیان
کو دُور کرنے کے لئے گیان کی ضرورت ہے - اور خودغرضی کو دُور کرنے کے لئے

پریم کی۔ چونکہ خود غرضی میں نہ تو سکھ ہے نہ شانتی۔ اس لئے موکش کی پراپتی کے
لئے ہمیں ایک ایسا اصول تلاش کرنا پڑے گا۔ جو پوتر اور دیرپا ہو۔ اور جس پر چلنے
سے انسان محفوظ رہ سکے۔ اور خود پرستی کی غلامی سے آزاد ہو جائے۔ جب انسان
اپنی آتما میں سے خود غرضانہ خواہشات کو نکال دے گا۔ تبھی اس کی آتما پوتر
بن سکے گی۔ اس کو یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ خود غرضی یا مطلب پرستی ایسی
چیز نہیں ہے۔ کہ اس سے کچھ تعلق رکھا جائے اور اس کی غلامی
قبول کی جائے۔ پوترتا ہی اس قابل ہے۔ کہ انسان اسے اپنے
دل کے تخت پر متمکن کرے۔ اور اسے اپنی زندگی کا مالک بنا دے
اس کے لئے انسان میں

"بھگتی اور شردھا"

کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ بھگتی کے بنا نہ تو ترقی ہو سکتی ہے۔ اور نہ سدھی
(کامیابی) اس کو اس بات پر شردھا ہونی چاہیئے۔ کہ موکش کی پراپتی کے لئے
پوترتا بہت ہی ضروری اور بہت ہی اعلےٰ ہے اور سچائی میں شردھا رکھنا بہت
ہی مفید ہے۔ اسے پوترتا اور دیالتا کو اپنا لکھش بنا لینا چاہیئے۔ اور ان
کے حصول کے لئے انتھک کوشش کرنی چاہیئے۔ اسے اپنی شردھا کو بڑھاتے
رہنا چاہیئے۔ اور اس سے کبھی ڈانواں ڈول نہ ہونا چاہیئے۔ شردھا کے دیپک
کے بغیر وہ تاریکی میں کچھ نہ دیکھ سکے گا۔ جوں جوں شردھا روپی دیپک کا پرکاش
بڑھتا جائے گا۔ توں توں اس آدمی میں سنجیدگی۔ عزم بالجزم (مستقل مزاجی)
اور بے خوفی کے گن آتے جائینگے۔ اور قدم قدم پر اس کی ترقی کی رفتار بڑھتی
جائیگی۔ اور انجام کار یہ ہوگا۔ کہ شردھا روپی دیپک کی جگہ گیان روپی

پرکاش آجائے گا۔ اور پھر اس پرکاش کے تیج کے سامنے اندھکار کا لوپ ہوتا جائے گا۔ پوتر جیون کے سدھانت اس کی سمجھ میں آتے جائینگے۔ اور جوں جوں وہ اُن کے مطابق چلے گا۔ توں توں وہ ان اصولوں کے لاثانی چمتکار (خوبی) کو دیکھ کر حیران ہوتا جائے گا۔ اور اس کے دل میں ایسی خوشی پیدا ہوگی جیسے اس نے پہلے کبھی انوبھو نہیں کیا۔

اپنے آپ کو بس میں رکھنے سے اور اپنے آپ کو پوتر رکھنے سے ہی مکتی مل سکتی ہے۔ یہی موکش کا مارگ ہے۔ اور جو آتما موکش کی ابھلاشا رکھتی ہے۔ اُسے اسی راستے پر چلنا پڑے گا۔ یہ راستہ اتنا تنگ ہے اور اس کے دروازے پر خودغرضی کی اتنی اونچی گھاس کھڑی ہے کہ اس راستے کا کھوج لگانا بہت ہی مشکل ہے۔ اور اگر یہ راستہ مل بھی جائے۔ تو روزانہ دھیان ابھیاس کئے بغیر اس شاہراہ پر کوئی آدمی نہیں چل سکتا۔ دھیان کے بغیر طاقتیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ اور پھر انسان میں آگے بڑھنے کی طاقت نہیں رہتی۔ جس طرح بیرونی چیزوں کے کھانے سے جسم پشٹ اور بلوان ہوتا ہے۔ اسی طرح آتما بھی اپنے بھوجن سے یعنی روحانی باتوں کا دھیان کرنے سے بلوان اور تیج وان ہوتی ہے۔ اس لئے جس آدمی نے مکتی حاصل کرنے کا عزم بالجزم کر لیا ہے اس کو

دھیان ابھیاس شروع کر دینا چاہئے

اور اپنے دل۔ دماغ اور زندگی کی چھان بین کرنی چاہئے۔ اور یہ دیکھنا چاہئے کہ ان میں کوئی بات ایسی تو نہیں ہے۔ جو اس کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرتی ہو۔ موکش مارگ میں اُسے تین دروازے ملینگے۔ اور ان دروازوں میں سے گذر کر اُسے جانا پڑے گا۔ پہلے دروازے پر اُسے واسناؤں کا تیاگ کرنا پڑیگا

دوسرے دروازے پر کن (رچی یعنی رغبت) کا تیاگ کرنا ہوگا تیسرے
دروازے پر ممتا (اپنے پن) کا تیاگ کرنا ہوگا۔ وہ دھیان ابھیاس کرتے
کرتے وہ اپنی واسناؤں کی جانچ پڑتال کرنے لگیگا۔ وہ یہ دیکھیگا۔ کہ اس کے
دماغ میں واسنائیں کیسے پیدا ہوئی ہیں۔ اور پھر ان واسناؤں کا اس کی زندگی
اور چال چلن کا کیا اثر پڑتا ہے۔ اس کو بہت جلدی معلوم ہو جائے گا۔ کہ خواہشوں
کا تیاگ کئے بغیر انسان اپنا اور اپنے حالات کا غلام بنا رہتا ہے
یہ معلوم کرکے وہ پہلے دروازے میں داخل ہوتا ہے۔ اس دروازے سے آگے
بڑھ کر وہ اپنے آپ کو بس میں رکھنے کا ابھیاس کرتا ہے اور یہی آتما کو
پوتر کرنے کا پہلا اُپائے ہے۔ اب تک وہ حیوانوں کی طرح غلامی میں
بندھا ہوا تھا۔ اور اپنی واسناؤں کے مطابق کھاتا۔ پیتا۔ سوتا۔ جاگتا اور
موج اڑاتا تھا۔ اس کی واسنائیں اسے ناچ نچاتی تھیں۔ اور وہ آنکھیں
بند کرکے ان کے اشاروں پر ناچتا تھا۔ وہ بنا کسی نیم کے اندھا دھند کام کرتا
تھا۔ اور اپنے چال چلن کی کبھی جانچ پڑتال نہ کرتا تھا۔ اس کی زندگی کا کوئی مقصد
نہ تھا جس کے مطابق وہ اپنی زندگی اور چال چلن کو ڈھالتا۔ مگر اب وہ سچے
انسان کی طرح زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ اپنی واسناؤں کو روکتا ہے۔ اپنے
جذبات کو بس میں رکھتا ہے اور شانت چت ہوکر دھرم سادھن میں لگ جاتا ہے
وہ بھوگ ولاس (عیش و عشرت) کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور عقل سے کام لیتا ہے۔
اور اپنے چال چلن کو آدرش (معراج) کے مطابق بناتا ہے۔ جب وہ اپنی زندگی
کو اس طرح باقاعدہ بنا لیتا ہے۔ تب اسے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسے اپنی کچھ
عادتوں کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ وہ یہ فیصلہ کرتا ہے۔ کہ فلاں فلاں چیزیں کھایا کرونگا
اور فلاں فلاں چیزیں نہ کھایا کرونگا۔ وہ کھانے کا وقت مقرر کر لیتا ہے۔ اور

کھانے کی چیزوں کو دیکھتے ہی چاہے جب بھوجن کرنے نہیں بیٹھ جاتا۔ وہ اب ہر روز اتنی بار بھوجن نہیں کرتا جتنی بار پہلے کرتا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ اپنی خوراک کی مقدار کم کر دیتا ہے۔ وہ اپنا وقت سکھ میں گذارنے کے لئے رات کو یا دن کو جب چاہے نہیں سو جاتا۔ بلکہ وہ اپنے جسم کو اتنا ہی آرام دیتا ہے جتنا اس کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے وہ سونے کا وقت مقرر کر دیتا ہے صبح جلدی اٹھتا ہے۔ اور جب صبح اس کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ تو وہ پلنگ پر سستی میں پڑا نہیں رہتا۔ وہ کھانے پینے کی اُن سب چیزوں کو بالکل تیاگ دیتا ہے۔ جو نشیلی ہیں یا جن سے انسان پیٹو یا کٹھور بن جاتا ہے۔ وہ سادہ بھوجن کرتا ہے جس کی قدرت میں بڑی کثرت ہے۔

وہ ان ابتدائی اصولوں کے مطابق فوراً ہی کام کرنے لگے گا۔ وہ خود ضبطی اور خود شناسی کے راستے پر جوں جوں بڑھے گا۔ توں توں اُسے اس بات کا پتہ لگتا جائے گا۔ کہ واسنائیں کیسی ہوتی ہیں۔ اور اُن کے نتائج کیسے ہوتے ہیں۔ آخر میں اُسے یہ معلوم ہوگا۔ کہ واسناؤں (خواہشات) کو صرف بس میں رکھنا کافی نہیں ہے۔ بلکہ اُن کو بالکل ترک کر دینا چاہیے اور اُن کو دماغ سے نکال دینا چاہیئے۔ اپنے چلن اور زندگی سے اُن کا تعلق بالکل توڑ دینا چاہیئے۔ اس جگہ پہ پہنچ کر اس کی آتما پرلوبھنوں (ترغیب) کی اندھیری گھاٹی میں سے گذرے گی۔ کیونکہ جب تک ان واسناؤں سے یدھ نہیں کیا جائے گا۔ جب تک یہ اپنے پہلے حقوق کو حاصل کرنے کی جی توڑ کوشش نہ کریں گی۔ تب تک ان واسناؤں کا خاتمہ نہ ہوگا۔ ایسے موقعہ پر شردھا کے دیپک کو تیل بتی سے برابر درست رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ جتنی روشنی دے سکے گا۔ اس سب کی یاتری کو ضرورت ہوگی۔ وہ روشنی اس یاتری کو گھاٹی

کی گہری تاریکی میں راستہ دکھلائے گی۔ اور اس کی ہمت بندھائیگی۔ پہلے تو اس کی واسنائیں اپنی تکمیل کے لئے بھوکی درندوں کی طرح غرائینگی۔ مگر جب وہ اس طرح کامیاب نہ ہونگی۔ تب وہ اس آدمی کو پچھاڑنے کے لئے اُسے بُدھ کرنے کا پرلوبھن دینگی۔ اور یہ دوسرا پرلوبھن پہلے پرلوبھن سے بڑا ہوگا اور اس پر قابو پانا بھی زیادہ مشکل ہوگا۔ کیونکہ جب تک اُن کو بالکل نظر انداز نہ کر دیا جاویگا۔ تب تک وہ ٹھنڈی نہ ہونگی جب تک اُن سے قطعی طور پر بے رغبتی نہ اختیار کی جائے گی۔ اُن کو ترک نہ کر دیا جائے گا۔ اور اُن کو بھوکوں نہ مارا جائے گا تب تک اُن کا خاتمہ نہ ہوگا۔ اس گھاٹی میں سے گذرتے وقت اس آدمی کو کچھ اپنی شکتیاں پیدا کرنی پڑینگی۔ جو اس کو آگے بڑھنے میں مدد دینگی۔ یہ طاقتیں خود ضبطی۔ خود اعتمادی۔ بے خوفی اور آزاد خیالی کی ہیں۔ یہاں پر اُسے تمسخر (لوگوں کے مخول) اور جھوٹے طعن و تشنیع کے درمیان میں سے ہو کر گذرنا پڑے گا۔ یہاں تک نوبت آ پہنچیگی۔ کہ اس کے کچھ گاڑھے دوست بھی جن پر اس کا بالکل نشکام پریم ہے اس پر مورکھتا اور پاگل پن کا دوش لگائینگے۔ اور طرح طرح کی دلیلوں سے اُسے پھر اس زندگی کی طرف واپس لانے کی پوری کوشش کرینگے۔ جو حیوانی واسناؤں۔ خود پرستیوں اور ناچیز ذاتی جھگڑوں سے بھری ہوئی ہے۔ اس کے وقت کا اکثر سبھی آدمیوں کا یہی خیال ہوگا۔ کہ وہ آدمی بھول کر رہا ہے۔ اور وہ اُسے اس کے پہلے مارگ پر لانے کی کوشش کرینگے۔ کیونکہ وہ اپنے اگیان کے کارن یہ سوچینگے کہ وہ آدمی اپنے آنند اور سُکھ کو عبث ہی کھو رہا ہے۔ دوسروں کے ان خیالات کو جان کر پہلے تو اس آدمی کو بڑا دُکھ ہوگا۔ مگر اُسے پھر جلدی ہی یہ معلوم ہوگا کہ اُسکے اس دُکھ کا کارن اس کا چھوٹا گھمنڈ اور خود پرستی ہے۔ اس لئے اپنے بارے میں دوسروں سے تعریف اور بڑائی حاصل کرنے کی جو خواہش کی۔ اس کا پھل یہ

ہوئے۔ کہ اُسے دُکھ ملا۔ اس کی سمجھ میں یہ بات جوں ہی آجائے گی۔ توں ہی اس کے خیالات اور اونچے ہو جائیں گے۔ اور پھر یہ باتیں اس کے پاس کبھی نہ پھٹک سکینگی۔ اور اُسے دُکھ نہ دے سکینگی۔ اب وہ اٹل ہو جاویگا۔ اور دماغ کی ان طاقتوں کا استعمال کرنے لگیگا جن کے نام ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ اس موقعہ پر اُسے دلیری کے ساتھ آگے بڑھنا چاہیے۔ نہ تو اُسے اپنے بیرونی دشمنوں کے کہنے سُننے کی پرواہ کرنی چاہیے۔ اور نہ اُسے اپنے اندرونی دشمنوں کے یعنی اپنی واسناؤں کے غرانے پر دھیان دینا چاہیے۔ اُسے ہمیشہ اپنے آدرش کی طرف پریم کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے۔ ہر روز اپنے دماغ میں سے خودغرضی کے خیالات کو اور اپنے دل میں سے ناپاک واسناؤں کو نکالتے رہنا چاہیئے۔ خواہ وہ راستے میں ٹھوکر کھائے اور گر بھی پڑے۔ مگر اُسے ہمیشہ آگے بڑھتے اور اُٹھتے رہنا چاہیئے۔ رات کے وقت بڑی شانتی کے ساتھ اسے دن بھر کی یاترا پر وچار کرنا چاہیئے اگر اس نے دن میں ناکامیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے کبھی بُری واسنا سے یُدھ کیا ہے۔ اور وہ اس یُدھ میں ہار گیا ہے۔ تو بھی اس کو مایوس نہ ہونا چاہیئے جس آدمی نے اپنے آپ کو قابو میں رکھنے پر کمر باندھ لی ہے۔ وہ ایک دن نقصان اُٹھا کر بھی دوسرے دن ضرور کامیابی حاصل کر لے گا۔

گھاٹی کو پار کر کے وہ شوک اور ایکانت کے میدان میں پہنچیگا۔ چونکہ اس نے اپنی واسناؤں کو اُٹھنے نہیں دیا۔ اس لئے وہ کمزور پڑ گئی ہیں۔ اور اسیان کا خاتمہ ہوتا جاتا ہے۔ وہ اب گھاٹی سے نکل کر اوپر چڑھ جاتا ہے۔ اور اب اندھیرا بھی کم ہو گیا ہے۔ مگر اب وہ پہلے پہل یہ معلوم کرے گا۔ کہ میں اکیلا ہوں۔ اس کی حالت اُس آدمی کی سی ہوگی۔ جو ایک بڑے پہاڑ کے سب سے نچلے حصے پر کھڑا ہوتا ہے۔ اور رات کا وقت ہے۔ اس کے اوپر پہاڑ کی اونچی چوٹی ہے۔ اور اس

.... چوٹی کے دوسری طرف آسمان میں تارے ٹمٹما رہے ہیں۔ جیسے وہ پیچھے چھوڑ آیا ہے۔ اس شہر کے باشندوں کی چلاہٹ۔ ہنسی۔ گاڑیوں کی گھرگھراہٹ اور گانے کی ترانوں کی ملی جلی آوازیں اس کے کان تک آتی ہیں۔ اُسے اپنے دوستوں کا خیال آتا ہے اسکے بعد دوست اسی شہر میں ہیں اور اپنے اپنے بھوگ ولاس میں مست ہیں وہ پہاڑ پر اکیلا ہے وہ شہر وشے واسنا کا شہر ہے اور وہ پہاڑ تیاگ کا پہاڑ ہے اس پہاڑ پر چڑھنے والے کو اب معلوم ہو جاتا ہے کہ میں نے سنسار کو چھوڑ دیا ہے اس کے لئے سنسار کی چہل پہل اور جھگڑے ٹنٹے فضول ہیں اور اسکو نہیں لبھا سکتے۔ اس سنسان مقام میں کچھ دیر تک ٹھیر کر وہ شوک کا سواد چکھیگا۔ اور اس کے مخفی راز کو جاننے لگیگا۔ وہ سختی اور نفرت کو ترک کر دیگا۔ اس کا دل نرم (حلیم) ہو جائیگا۔ اور اس میں دیا بھاؤ بیدار ہوگا۔ جو کچھ عرصہ بعد اس کی زندگی کا سروسو (سرمایہ) بن جائیگا۔ دوسرے جانداروں کو دکھ میں دیکھ کر اُسے خود ویسا ہی دکھ معلوم ہوگا۔ اور جوں جوں اس کا یہ انوبھو بڑھتا جائیگا توں توں وہ دوسروں کے پریم میں اپنے دکھ اور ایکانت کو بھولتا جائیگا۔ اور آخر کار انہیں بالکل بھول جائیگا۔

یہاں پر وہ یہ بھی سمجھنے لگیگا۔ کہ مخفی اصول (قوانین) جن کے ہاتھوں میں افراد اور قوموں کی قسمت کی باگ ڈور ہے کس طرح کام کرتے ہیں۔ اس نے خود دوئی اور خود پرستی کو ترک کر دیا ہے۔ اور اس لئے وہ دوسروں کی اور سنسار کی دوئی (مخالفت) اور خود غرضی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھ سکتا ہے۔ اُسے اب یہ معلوم ہوگا کہ

خود غرضانہ کشمکش ہی سنسار کے دکھوں کی جڑ ہے

دوسروں کے ساتھ اور سنسار کے ساتھ اس کا سلوک اب بالکل بدل جائیگا اور اس کے دماغ میں خود پرستی اور آتم رکھشا (ذاتی بچاؤ) کی بجائے دیا اور پریم

کے بھاؤ پیدا ہو جائینگے - اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا - کہ اس کے ساتھ دنیا کا سلوک
(برتاؤ) بھی اب بدل جائے گا - اس حالت پر پہنچکر اُسے دوئی (راگ و دویش)
کے عیوب دکھائی دینگے - اور وہ دوسروں سے بازی لے جانے یا اُن سے آگے
بڑھنے کی کوشش ترک کر کے نشکام بھاؤ سے اور ضرورت پڑنے پر محبت بھرے
برتاؤ سے اُن کی ہمت بندھ جائے گا - وہ ان لوگوں کے ساتھ بھی ایسا ہی کریگا
جو خود غرضی کی وجہ سے ... اس سے حسد کرتے ہیں - وہ اُن سے اپنا بچاؤ کرنے
کی کوشش نہ کریگا - اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا - کہ سنسار میں اس کی زندگی اتنی
اچھی ہو جاویگی جتنی پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی - اس کے بہت سے دوست جو پہلے
اس کا تمسخر اُڑایا کرتے تھے - اس کی قدر کرینگے - اور اس سے پریم کرینگے - اُسے
اچانک اس نئی بات کا پتہ لگے گا - کہ اس کا تعلق تیاگی اور اعلےٰ خیالات کے
لوگوں کے ساتھ ہوتا جاتا ہے - جب اس کی زندگی خود غرضانہ تھی - تب اُس کو
ان آدمیوں کی ہستی کا بھی علم نہ تھا - وہ لوگ دُور دُور سے اس کے پاس ست
سنگ کے لئے آوینگے - ست سنگ اور پرارتھی بھاؤ اس کی زندگی کا انگ
بن جاوینگے - اس طرح وہ شوک اور ایکانت کے میدان کو پار کر جائیگا
دوئی اور کشمکش کے اصول اب اس کی زندگی پر اپنا اثر نہیں ڈال سکتے -
اور اس کو ناکامی - مصیبت - کنگالی یا غلطی کھل جانے کا ڈر نہیں رہتا کیونکہ
وہ دوئی یا اختلاف کا نتیجہ ہیں - اس نے صرف خود غرضی کو ہی اپنے دل سے
نہیں نکال دیا - بلکہ اس نے ان دماغی طاقتوں کو بھی بڑھا لیا ہے - جن کے ذریعے
وہ اپنے کام پہلے کی نسبت اچھی طرح کر سکتا ہے - مگر وہ ابھی بہت آگے نہیں بڑھا
ہے - اور اگر وہ ہوشیار چوکنا نہیں رہیگا - تو ممکن ہے - کہ وہ کسی وقت اندھیرے
اور کشمکش کے دوئی کے لوک میں پھر گر پڑے - اور اس کے ناپائیدار سکھوں اور

واسناؤں میں پھنس جائے۔ یہ خطرہ اس وقت سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ جب انسان سب سے بڑے پرلوبھن (شک کے پرلوبھن) کے بیچ میں پہنچتا ہے دوسرے دروازے تک پہنچنے کے پہلے وہ یاتری ایک بڑے آدھیاتمک (روحانی) ریگستان پر پہنچے گا۔ اس ریگستان کو ہم

شکوک و شبہات کا ریگستان

کہہ سکتے ہیں۔ یہاں پر آکر وہ کچھ وقت تک بھٹکتا پھرے گا۔ مایوسی۔ کم ہمتی۔ بےچینی اور اداسی اس کو بادلوں کی طرح گھیرے گی جن کی وجہ سے وہ آگے کے راستے کو بالکل نہ دیکھ سکے گا۔ اس کے جی میں شاید ایک نیا اور عجیب خوف بھی پیدا ہو جائے۔ وہ یہ سوچنے لگے گا کہ اس مارگ پر چلنا ٹھیک ہے یا نہیں۔ سنسار کے پرلوبھن بہت ہی سندر روپ دھارن کر کے اس کے سامنے پھر ایک بار آجائیں گے اور دنیوی کشمکش کی دھوم دھام اسے ایک بار پھر اپنی طرف کھینچنا چاہے گی کیا میں ٹھیک راستے پر چل رہا ہوں؟ اس راستے پر چلنے میں کیا فائدہ ہے؟ کیا زندگی کے ضروری لوازمات عیش و عشرت۔ جوش اور جد و جہد نہیں ہیں۔ اور کیا میں ان کو ترک کر کے اپنا سب کچھ نہیں کھو رہا ہوں۔ کیا میں زندگی کی دولت کو بیہودہ بات کے پیچھے نہیں گنوا رہا۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے۔ کہ میں نے ٹھوکر کھائی ہو اور میں دھوکے میں پھنس گیا ہوں۔ اور دوسرے لوگ جن کا بڑا مقصد اوروں کو دھوکہ دینا ہے۔ مجھ سے زیادہ سمجھدار ہوں" یہاں پہنچ کر ایسے ہی شک اور سوالات اس کو دکھ دیں گے۔ اور اسے ستائیں گے۔ اور پھر انہیں شکوک کی وجہ سے وہ زندگی کی سمسیاؤں (الجھنوں) کی گہری چھان بین میں لگے گا۔ اور ایک ایسے مستقل [illegible]

رہ گئے۔ اس لئے اس ریگستان میں پھرنے سے اس کے دماغ میں عقل کے بارے میں بڑے بڑے شکوک پیدا ہوں گے۔ اور جب وہ اپنے آدرش کے ساتھ ان شکوک کا مقابلہ کرے گا تب وہ سچ اور جھوٹ کی اصل اور نقل کی۔ کارن اور کاریہ (علت اور معلول) کی۔ ناپائیدار باتوں کی اور اٹل سدھانتوں کی پرکھ کرنا سیکھے گا۔

شکوک کے ریگستان میں سب طرح کے شکوک پیدا ہوں گے۔ اس کی اندریاں کو بھرم ہوں گے۔ اور اس کے دماغ کو۔ سدھانت اور دھرم کے بارے میں بھرم ہوں گے۔ ان شکوک کی جانچ پڑتال کرنے سے اور ان کو دور کرنے سے وہ اور بھی بڑی بڑی طاقتوں کو بڑھا سکے گا۔ یہ طاقتیں عزم بالجزم اور دڑھ پرتگیا آدھیاتمک انوبھو (روحانی احساس) مقاصد کی ایکتا اور چت کی شانتی ہیں۔ ان طاقتوں کے استعمال سے وہ خیالات کی دنیا میں اور بیرونی دنیا میں جھوٹ اور سچ کی پرکھ کرنا سیکھ جائیگا۔ جب وہ ان طاقتوں کو حاصل کرلے گا۔ اور اپنے ساتھ دھارک اُدیش کرتے وقت ان کو استعمال میں لانا سیکھ جائے گا۔ تب وہ شکوک کے صحرا سے پار ہو جائے گا۔ اس کے راستے سے بھرم (شکوک و شبہات) کے بادل چھن بھن ہو جائیں گے اور اس کو دوسرا دروازہ دکھائی دینے لگ جائے گا۔

جب وہ اس دروازے کے پاس پہنچے گا۔ تب اس کو اپنا سارا راستہ دکھائی دینے لگے گا اور تھوڑی دیر کے لئے اُسے اونچائی پر اُس جگہ کے درشن ہونگے جہاں اُسے پہنچنا ہے۔ یعنی وہ پوتر زندگی کے عالیشان مندر کے درشن کرلیگا اور اس کو پہلے سے ہی اُس بل (طاقت) خوشی اور شانتی کا احساس ہونے لگے گا۔ جس کی پراپتی فتح حاصل کرنے پر ہوتی ہے۔ کیونکہ اُسے آخر میں فتح (کامیابی) حاصل کرنے کا پختہ یقین ہو جائے گا۔ جب اب

آتم وچے

کے کام میں ہاتھ ڈالے گا۔ یہ کام ان کاموں سے بالکل الگ ہے جس کو وہ اب تک کر چکا ہے۔ اور اب تک اس نے اپنی بُدھی (حیوانی) واسناؤں کو بس میں کیا تھا۔ اُن کو تبدیل کیا تھا۔ اور سیدھا بنایا تھا۔ مگر اب وہ اپنی عقل کو بدلے گا اور سرل بنانا شروع کریگا۔ وہ اب تک اپنے جذبات کو اپنے آدرش کے مطابق بناتا رہا۔ مگر اب وہ اپنے خیالات کو اس آدرش کے مطابق بنانا شروع کرے گا۔ اس کا آدرش (مقصد) بھی اب پہلے کی نسبت زیادہ صاف اور سُندر ہو جائے گا۔ اس وقت وہ پہلے پہل معلوم کرے گا۔ کہ ایک دیر پا اور اٹل سدھانت کیسا ہوتا ہے؟ وہ معلوم کریگا کہ پوترتا جس کی اُسے تلاش ہے۔ بدلنے والی نہیں ہے۔ پوترتا انادی کال سے ایک ہی چلی آئی ہے۔ اس کو کسی خاص انسان کے مطابق نہیں بنا سکتے۔ بلکہ انسان کو ہی اس کے مطابق بننا پڑے گا۔ اس کے مطابق چلنا پڑے گا۔ یہ سدا چار کا ایک کھلا اصول ہے۔ پوترتا کا ارتھ بُری واسناؤں کو۔ اپنی رائے کو اور سوارتھ کو تیاگ دینا اور انسان و دیگر جاندار وں کے لیئے سدا بے غرض پریم کا برتاؤ کرنا ہے۔ اس میں کسی طرح کا ہیر پھیر نہیں ہو سکتا۔ پوتر جیون بے عیب اور ہمہ صفت موصوف چلن کو کہتے ہیں۔ اس لیئے وہ خود غرضانہ دُنیوی زندگی کے بالکل خلاف ہے۔ جب اس کی سمجھ میں یہ سب باتیں آجائینگی۔ تب وہ دیکھے گا۔ کہ اگرچہ وہ جذبات اور واسناؤں کی غلامی سے آزاد ہو گیا ہے۔ تو بھی وہ اپنی رائے (خود رائی) کے بندھن میں جکڑا ہوا ہے۔ اگرچہ اس نے ایسی پوترتا کو حاصل کر لیا ہے جس کو حاصل کرنے کی خواہش بہت کم لوگوں کو ہوتی ہے۔ اور جس کا یتھارتھ گیان

عوام الناس کو نہیں ہو سکتا۔ تو بھی اس میں اب بھی ایک ایسی ناپاکی ہے جس
کا دور کرنا مشکل ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ وہ اپنی رائے کو پسند کرتا ہے اور اسی کو
سچا اور موکھش کی پراپتی کا سادھن مانتا ہے۔ اس نے سنسار سنگرام سے ابھی بالکل
چھٹکارہ نہیں پایا اور اعلےٰ خیالات کی دنیا میں جو راگ دویش (کشمکش) کے بیج
جا رہی ہیں۔ ان سے وہ اب بھی جکڑا ہوا ہے۔ وہ اب بھی یہی سمجھتا ہے۔ کہ
میری ہی رائے ٹھیک ہے اور دوسروں کا خیال غلط ہے گھمنڈ کی وجہ سے وہ
ان آدمیوں کو دیکھ کر ہنستا ہے جن کی رائے اس کی رائے کے خلاف ہے۔ مگر اب
وہ سمجھتا جاتا ہے۔ کہ یہ بھی ایک طرح کی خود غرضی ہے۔ اور اس سے بھی کئی
دکھ پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس کے سوائے اس میں آدھیاتمک باتوں کی پرکھ
کرنے کا بڑا بھاری گن آ جائیگا۔ اب وہ حلیمی کے ساتھ اپنا سر جھکا کر دوسرے
دروازے میں سے ہو کر نکلتا ہے۔ اور آخری شانتی کی طرف بڑھتا ہے

اپنی آتما کو حلیمی اور بردباری کے کپڑے میں لپیٹ کر وہ اپنی سب
طاقتوں کو ان راؤں کے جڑ سے نشٹ کرنے میں لگاتا ہے جن کو وہ اب تک
پسند کرتا تھا۔ اور اب یہ بھید سمجھنے لگتا ہے کہ ستیہ ایک ہی ہے۔ سدا
ایک ہی رہتا ہے۔ اور اس میں کچھ ہیر پھیر نہیں ہو سکتا۔ مگر سچائی
کے بارے میں اس کی اور دوسروں کی جو رائیں ہیں۔ وہ انیک ہیں اور بدلتی
رہتی ہیں۔ اس کو یہ گیان ہو جاتا ہے۔ کہ بھلائی۔ پوترتا۔ دیالتا اور پریم
کے بارے میں جو میری رائیں ہیں۔ وہ خود ان گنوں سے بہت مختلف ہیں اور
مجھے پوترتا کے سدھانتوں پر چلنا چاہیئے۔ نہ کہ اپنی رائیوں پر۔ اب تک وہ
اپنی رائیوں کی بہت قدر کرتا تھا۔ اور دوسروں کی راؤں کو نکما سمجھتا تھا۔
مگر وہ اب اپنی راؤں کی قدر کرنا اور ان کی حمایت کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ اور اس کو

بالکل نکما سمجھتا ہے۔ اس کے دماغ میں اس ہیر پھیر کے ہو جانے کا یہ پھل ہوتا ہے
کہ وہ بالکل پوتر بن جاتا ہے۔ اور بُری واسناؤں کو آتم پریم (خود غرضی) کو اپنے
پاس پھٹکنے نہیں دیتا۔ اور پاکیزگی۔ عقل۔ رحمدلی۔ اور پریم کے اصولوں پر انحصار رکھ
کر اپنے خیالات اور چال چلن کی بنیاد کھڑی کرتا ہے۔ اب اس کی آتما بڑی جلدی
سے پرماتما کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اس کو صرف یہی گیان نہیں ہوا کہ واسنائیں
انسان کو اندھکار میں رکھتی ہیں۔ بلکہ وہ یہ بھی سمجھ گیا ہے۔ کہ درشن شاستر کا کورا
پڑھ پڑھا لینا عبث ہے۔ اور پوترتا کے نیموں کو عمل میں لانے سے ہی انسان
کا کلیان ہو سکتا ہے۔

وہ اب اپنے متوں (راؤں) اور خیالات کو ایک ایک کر کے دور کرتا چلا
جاتا ہے اور دنیا کے سب جانداروں کے لئے بھرپور پریم کرنا سیکھتا ہے۔ جوں
جوں وہ اپنی راؤں کو ترک کرتا ہے۔ توں توں اس کا بوجھ ہلکا ہوتا جاتا ہے اور
وہ اب مُکت ہونے کا ارتھ سمجھتا ہے۔ خوشی۔ آنند اور شانتی کے پُرز پھول اس
کے ہردے میں اپنے آپ پیدا ہو جاتے ہیں۔ دل میں خوشی اور شانتی کے آنے
سے اس کی بیرونی زندگی بھی ویسی ہی بن جاتی ہے۔ اب وہ جو کام کرتا ہے اس
میں راگ دویش اور بے چینی کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ فکر چنتا
اور خوف کے بغیر ہی اپنی ضروریات کو پورا کر لیتا ہے۔ وہ اب راگ دویش وغیرہ
کے نیموں کی حدود سے بالکل باہر ہو گیا ہے اور اس نے پریم کے نیموں کو اپنی

زندگی کا مول منتر

بنا لیا ہے۔ وہ اپنے سب دنیوی کام حسد اور دکھ یا تکلیف کے بغیر شانتی پورو ک
کر لیتا ہے۔ حقیقت میں بات یہ ہے کہ راگ دویش کے نیم جن کے مطابق دنیا کا

کام چل رہا ہے۔ اس سے کوسوں پیچھے رہ گئے ہیں۔ اور اب اس کے اوپر اُن کا
اثر نہیں پڑ سکتا۔ اتنا سفر کرنے سے اس کا گیان کھشیتر بہت وسیع ہو جاتا ہے
اس کو پوترتا اور گیان کی اونچی سیڑھیوں سے جن پر وہ اب چڑھ گیا ہے انسانی
کام یا ضابطہ دکھائی دیتے ہیں۔ اب اس کے دماغ کو اور بھی بڑی طاقتیں حاصل
ہو جاتی ہیں۔ یعنی اس میں دھیرج آجاتا ہے۔ اس کا دل شانت رہتا ہے۔ وہ
مخالفت نہیں کرتا۔ اور مستقبل کے جاننے والا ہو جاتا ہے۔ اس کے مستقبل جاننے
والا ہونے سے میرا یہ مطلب نہیں۔ کہ وہ پیشین گوئی کر سکتا ہے۔ بلکہ اس کو ان
غائبانہ کارنوں کا صاف طور پر علم ہو جاتا ہے۔ جن پر انسانوں کی زندگی نیز دیگر
پرانیوں کی زندگی کا دار و مدار ہے اور جن سے کئی طرح کے عالمگیر نتائج اور
واقعات کی پیدائش ہوتی ہے۔

یہاں پہنچکر وہ آدمی وچار سنسار میں پھیلے ہوئے راگ دویش کے نیموں
سے بھی اپنا ناطہ توڑ لیتا ہے۔ اور اس کے لئے وہ بے رحمی۔ بدنامی۔ شوک
(رنج) جھجک۔ مصیبت اور چنتا سے جو کہ ان نیموں کے لازمی نتائج ہیں بچ
جاتا ہے۔ جوں جوں آگے بڑھتا ہے۔ توں توں وہ اٹل سدھانت جن کو ہم
برہمانڈ کا آدھار اور ڈھانچہ کہہ سکتے ہیں۔ اُسے کچھ دُوری پر دھندلے سے
دکھائی دیتے ہیں۔ مگر آہستہ آہستہ اُن کی صورت صاف ہوتی جاتی ہے۔ اب
اُسے دُکھ کا انوبھو نہیں ہوتا۔ اس کے پاس پاپ نہیں پھٹک سکتا۔ اور اس
کے دل میں اننت شانتی کا اُدے ہونے لگتا ہے۔

مگر وہ ابھی مُکت نہیں ہوا ہے۔ اس نے ابھی اپنی یاترا ختم نہیں کی ہے
وہ یہاں پر خواہ جتنی دیر تک آرام کر سکتا ہے۔ مگر کبھی نہ کبھی وہ اپنی آخری
کوشش کرے گا۔ اور اپنے منزل مقصود کو (آتم تیاگ کی اوستھا کو یعنی پرماتم

پد کو حاصل کرلے گا۔ وہ کبھی سوارتھ سے کُلّی طور پر آزاد نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ اپنی جان اور مال سے اب بھی پریم کرتا ہے۔ اور جب وہ آخر میں یہ سمجھ لیتا ہے۔ کہ اتنا سوارتھ بھی تیاگ دینا چاہیئے۔ تب اس کو تیسرا دروازہ بھی دکھائی دینے لگتا ہے۔ یہ دروازہ

آتم تیاگ کا دروازہ

ہے۔ یہ دروازہ تاریک نہیں ہے۔ بلکہ ایسے دویہ پرکاش سے جگمگا رہا ہے کہ کوئی دنیوی چیز اس کی برابری نہیں کر سکتی۔ اور وہ یقیناً اس کی طرف بڑھتا ہے۔ شکوک کے بادل تو پہلے ہی چھن بھن ہو چکے۔ پر لوبھن کی غراہٹ پیچھے کھائی میں رہ گئی ہے اور اس لئے اب وہ قدم اٹھائے ہوئے دلیری کے ساتھ ناقابل بیان آنند کا انوبھو کرتے ہوئے موکش دھام کے دروازے کے پاس پہنچتا ہے۔ اس کی ممتا اب صرف ان چیزوں میں رہ گئی ہے۔ جو از روئے انصاف اس کی ہیں مگر اب اسے محسوس ہوتا ہے۔ کہ مجھے کسی چیز سے ممتا (موہ) نہ رکھنا چاہیئے۔ جونہی وہ اس دروازے پر آکر وشرام لیتا ہے۔ توں ہی اسے یہ آدیش سنائی دیتا ہے جسے وہ ٹال نہیں سکتا۔ "تجھ میں ابھی ایک بات کی کمی ہے۔ جو کچھ تیرے پاس ہے۔ اسے دان کر دے۔ اور پھر تجھے مکتی دھام میں سب کچھ مل جائیگا"

جب وہ اس آخری دروازے میں سے ہو کر نکل جاتا ہے۔ تب وہ جیوتی مکت اور آزاد ہو جاتا ہے۔ واسنا۔ رچی اور ممتا کے اتیاچار سے چھوٹ جاتا ہے اور دیا دان۔ سنتوشی۔ نمبر حلیم اور پوتر ہو جاتا ہے۔ اب اس نے اپنے منزل مقصود کو یعنی پرماتم پد اور ایشوریہ پوترتا کو پراپت کر لیا ہے۔

یہ پرماتم پد کی یاترا لمبی اور کڑی ہو سکتی ہے اور چھوٹی اور آسان بھی

ہو سکتی ہے۔ اس میں ایک منٹ بھی لگ سکتا ہے اور ہزاروں یگ بھی۔ یہ بات پرماتم پد کی کھوج کرنے والے کی بھگتی اور شردھا پر منحصر ہے۔ شردھا نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ تر لوگ اس راستے کو اختیار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اگر انسان کو پورنتا پر شردھا نہیں ہے۔ اور وہ اس کو پراپت نہیں کرنا چاہتے تو وہ اُسے کس طرح پراپت کر سکتے ہیں؟ اس راستے پر چلنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان بیرونی سنسار کو یا اس سے تعلق رکھنے والے اپنے فرائض کو ترک کر دے اصل میں بات یہ ہے۔ کہ اپنے فرائض کو بوجہ احسن پورا کر کے ہی انسان پورنتا کو پراپت کر سکتا ہے۔ کچھ آدمی ایسے ہیں۔ جن کی شردھا بہت بڑھی چڑھی ہوتی ہے۔ ایسے آدمیوں کو پورنتا کے مارگ کا جوں ہی پتہ لگتا ہے۔ توں ہی ان کی خود غرضانہ واسنائیں اُن سے ایک ایک کر کے رخصت ہونے لگتی ہیں اور وہ پرم پد کو پراپت کر لیتے ہیں۔ ایسے آدمیوں کی تعداد تھوڑی ہے مگر سبھی آدمی جن کو پورنتا پر شردھا ہے۔ اور جو اُسے حاصل کرنا چاہتے ہیں کبھی نہ کبھی ضرور کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ دنیوی فرائض کو ادا کرتے ہوئے گھبرا نہ جائیں۔ اور اپنے منزل مقصود کی طرف ٹکٹکی لگائے ہوئے اپنے راستے پر بڑھتے چلے جائیں۔

مکتی دھام میں وشش اور سکل پدارتھوں کی پراپتی

راگ دویش کے سنسار میں پریم لوک کی یاترا جس طرح سے کی جاتی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ "اپنے آپ کو بس میں رکھو۔ اور پوتر رہو" اگر اس راستے کو مستقل مزاجی کے ساتھ اختیار کیا جائے۔ تو موکھش کی پراپتی ضرور ہو گی۔ جوں جوں انسان کو اپنی اندرونی طاقتوں پر اختیار حاصل ہوتا جاتا ہے۔ توں توں اسے ان اصولوں کا علم ہوتا جاتا ہے۔ جن کے مطابق وہ طاقتیں کام کرتی ہیں۔ اور جب آدمی اپنے اندر کاریہ کارن (علت و معلول) کی لازم ملزوم حرکات کو سمجھ جاتا ہے۔ تب وہ یہ سمجھ جاتا ہے۔ کہ ساری منش جاتی میں کاریہ کارن کا عمل کس طرح سے ہوتا ہے۔ چونکہ وہ نیم جن کے مطابق انسان کام کرتے ہیں۔ انسانوں کی ضروریات سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس نے ان ضروریات کو سدھار لیا ہے۔ اور بدل دیا ہے۔ اس لئے اس کی زندگی دوسرے نیموں کے تحت میں چلی جاتی ہے۔ جو اس کی تبدیل شدہ حالت کے مطابق ہوتے ہیں۔ اور چونکہ اس نے اپنی خود غرضانہ خواہشوں کو اپنے بس میں کر لیا ہے۔ اور ان کو جیت لیا ہے۔ اس لئے وہ ان واسناؤں سے تعلق رکھنے والے نیموں سے رہائی پا گیا ہے۔

اس یاترا میں اپنے دماغ کو بھی شدھ بنانا پڑتا ہے اپنے چال چلن کو بھی سودھنے میں سے سب میل مٹی کو دور کرنا پڑتا ہے۔ جب دماغ اس طرح شدھ ہو جاتا ہے۔ تب وہ باتیں جو ظاہرا طور پر بڑی بھاری الجھن معلوم ہوتی تھیں۔ سرل ہوتی جاتی ہیں۔ اور یہاں

یک سرل ہو جاتی ہیں۔ کہ ساری کائنات صرف تھوڑے سے غیر متبدل اصولوں پر قائم معلوم ہوتی ہے۔ اور پھر آگے چل کر یہ سب اصول ایک ہی پریم کے اصول میں مل جاتے ہیں۔ جب دماغ اس طرح شدھ ہو جاتا ہے۔ اور اُس کی سب الجھن مٹ جاتی ہے۔ تب انسان شانتی کو حاصل کر لیتا ہے۔ اور اس کی زندگی سارتھک ہو جاتی ہے۔ جب وہ اپنی پہلی خودغرضانہ زندگی پر وچار کرتا ہے۔ جس کو وہ ہمیشہ کے لئے تلانجلی دے چکا ہے تو وہ زندگی اس کو ایک خوفناک خواب کی مانند معلوم ہوتی ہے جسے دیکھ کر اب وہ جاگ پڑا ہے۔ مگر جب وہ اپنی گیان درشٹی کو پھیلا کر دیکھتا ہے۔ تب اُسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دُوسرے آدمیوں کی زندگی بھی ویسی ہی ہے۔ وہ دیکھتا ہے۔ کہ مرد اور عورتیں اُن چیزوں کے لئے جھگڑتے اور مرتے ہیں۔ جو قدرت میں کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔ اور جو اُن سب کے لئے کافی ہو سکتی ہیں۔ اگر وہ لالچ چھوڑ کر اور بنا لڑے جھگڑے ان کو گرہن کریں۔ اس کا دِل دَیا سے بھر جاتا ہے۔ (اور اس کو خوشی بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ کبھی نہ کبھی انسان اپنی لمبی اور دُکھ بھری نیند سے بیدار ہونگے۔) اپنی یاترا کے شروع میں اسے یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ میں لوگوں کو چھوڑ کر بہت دُور نکل آیا ہوں۔ اور وہ اس بات پر ایکانت میں پڑا دُکھی ہوا تھا۔ مگر اب اپنے منزل مقصود پر پہنچ کر اس کو معلوم ہوتا ہے۔ کہ میرا تعلق سنساری لوگوں کے ساتھ اتنا گہرا ہو گیا ہے۔ جتنا پہلے کبھی نہیں تھا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ وہ اپنے آپ کو عام لوگوں کے عین بیچ میں پاتا ہے۔ اور ان کے دُکھوں کو دیکھ کر دکھی ہوتا ہے۔ اور سُکھوں کو دیکھ کر سکھی ہوتا ہے۔ چونکہ اسے کسی طرح کی خودغرضی سے کچھ مطلب نہیں رہا اس لئے وہ عوام الناس میں ہی سدا مگن رہتا ہے۔ اب اس کی زندگی اپنی بھلائی کے لئے نہیں بلکہ دُوسروں کی بھلائی کے لئے ہے۔ اور ایسی زندگی کی وجہ سے اسے سب بڑے آنند اور سچی شانتی کی پراپتی ہوتی ہے پہلے وہ دَیا۔ پریم۔ آنند اور شانتی کی تلاش میں تھا۔ مگر اب وہ حقیقت میں خود دَیا۔ پریم۔ آنند۔ شانتی اور ستیہ کا سوروپ بن گیا ہے

اور اس کے بارے میں اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے اپنی ذات سے تعلق رکھنے والی سبھی باتوں سے رشتہ توڑ دیا ہے۔ اور اب اس میں صرف وہی گن اور صفات رہ گئے ہیں جن میں اسکی ذات (غرض) کا بالکل عدم ہے۔ اور جو گن اب اس کی زندگی میں پرگٹ ہوتے ہیں۔ اس کے سب آچار بیوہار انہیں کے مطابق ہوتے ہیں۔

چونکہ اس نے آتم رکھشا کا خیال بالکل ترک کر دیا ہے اور وہ ہر وقت دیا بُدھیتا۔ شانتی اور پریم میں مگن رہتا ہے۔ اس لئے وہ سب سے اونچے نیم

پریم کے نیم

کی حد میں آ جاتا ہے اور وہ اس نیم کو سمجھتا ہے اور اس کے مطابق سدا عمل کرتا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اس میں اور پریم کے نیم میں کوئی بھید نہیں رہا دونو ایک ہو گئے ہیں۔ اپنے آپ کو بھول کر اس کائنات میں مل گیا ہے۔ اور چونکہ دیا پریم اور بُدھیتا اس کے سوبھاو کے انگ بن گئے ہیں۔ اس لئے اس کو اپنی حفاظت کی ضرورت نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ یہ اصول خود اس کے رکھشک بن جائیں گے۔ یہ اصول حقیقی۔ ایشوریہ اور ادناشی ہیں۔ جس آدمی کا سوبھاو ہی آنند سکھ اور شانتی کا بنا ہوا ہے اسے بھوگ ولاس کے تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ دوسرے سے راگ دویش بھی نہیں کریگا۔ کیونکہ جب وہ پریم کی وجہ سے دوسروں کو اپنا سمجھتا ہے۔ تب وہ کس سے دویش (دشمنی) کر سکتا ہے؟ جو پورے آنند کی چوٹی پر پہنچ گیا ہے۔ اور جسے سب ضروری چیزیں مل جاتی ہیں۔ اسے کسی کی دشمنی کرنے سے کیا ڈر ہو سکتا ہے؟ اس نے خود غرضی کو ترک کر کے پریم کو گرہن کر لیا ہے جو کہ ایشوری گن (الٰہی صفت) ہے۔ اور اس کی زندگی اب

پریم اور پریم کے کاموں سے بھرپور ہے۔ وہ اب بڑے آنند کے ساتھ کہتا ہے
"میں دیا ندھی کے پاس پہنچ گیا ہوں۔ میں نے پریم کے سب سے اعلےٰ دھات
کا چولا پہن لیا ہے۔ میرے بھٹکنے کا خاتمہ ہو گیا۔ کیونکہ مجھے آرام مل گیا ہے۔
میرے سب دکھ درد مٹ گئے۔ کیونکہ میں نے شانتی کو پا لیا ہے۔ میری سب
بے چینی جاتی رہی ہے۔ کیونکہ مجھے ایکتا کا اصول ہاتھ آ گیا ہے۔ میں نے اپنے
دشمنوں کو دور کر دیا کیونکہ مجھے ستیہ کا پتہ لگ گیا ہے"

جب ایکتا گرتا کا سدھانت۔ پوترتا اور ایشوریہ پریم (الٰہی محبت) پراپت
ہو جاتے ہیں۔ تب سب چیزیں جو ہم کو خود پرستی اور خود رائی کی وجہ سے بگڑی
ہوئی صورت میں دکھائی دیتی تھیں۔ اپنے حقیقی روپ میں نظر آنے لگتی
ہیں۔ وشو ایک ہے۔ اور اس میں جو الگ الگ باتیں (تفریق و تقسیم) نظر
آتی ہیں۔ وہ سب ایک نیم کے اندر ہیں۔ اس کتاب میں اب تک نیموں کو اعلےٰ
و ادنےٰ درجوں کا بنایا گیا ہے۔ ان میں اس طرح کی تمیز کرنا ضروری بھی تھا
مگر موکھش کی پراپتی ہونے پر معلوم ہو جاتا ہے کہ انسانوں کے مختلف طرح
کے کام پریم کے ایک مہان نیم کے اندر آ جاتے ہیں۔ اسی نیم کی وجہ سے انسان
کو دکھ بھوگنا پڑتا ہے۔ اور جب انسان کا دکھ بہت بڑھ جانے لگا۔ تب وہ پوتر
اور بدھیمان ہو جائیں گے۔ اور خود غرضی کو جو دکھ کا مول ہے۔ تیاگ دیں گے۔

چونکہ

وشو کا نیم اور آدھار پریم ہی ہے

اس لئے خود غرضی سے تعلق رکھنے والے جتنے کام ہیں۔ وہ سب اس
نیم کے خلاف ہیں۔ خود پرستی سے اس اصول کی تحقیر ہوتی ہے اور اس کا نتیجہ
یہ ہوتا ہے کہ خود غرضی کے ہر ایک کام اور وچار سے ٹھیک اتنا ہی دکھ ملتا ہے

جو خود پرستی کے نتائج کا خاتمہ کر کے عالمگیر مساوات کو پھر سے قائم کر دے۔
اس لئے دکھ ایک طرح کی رکاوٹ ہے۔ جو اس نیم کے ذریعے اگیان اور خود غرضی
کی ترقی کو روکنے کے لئے پرگٹ ہوتا ہے۔ اور پھر ایسی دکھدائی رکاوٹ سے
انسان بےغرضی اور گیان کو پراپت کرتا ہے۔ دکھوں کو جھیلتے جھیلتے وہ بدھیمان ہو
جاتا ہے۔

چونکہ سورگ دھام میں نہ تو سنگرام (کشمکش) ہے اور نہ خود پرستی۔ اس لئے
وہاں نہ تو دکھ ہے۔ اور نہ رکاوٹ۔ وہاں پر مکمل مساوات اور شانتی ہے۔ جو آدمی
وہاں پہنچ گئے ہیں۔ وہ اپنی واسناؤں کے مطابق نہیں چلتے۔ (کیونکہ اُن کے من
میں ایسی واسنائیں پیدا نہیں ہو سکتیں۔) بلکہ وہ بڑی بدھیمانی کے ساتھ
رہتے ہیں۔ ان کا سوبھاؤ پریم مے ہو گیا ہے۔ اور وہ پرانی ماتر کو پریم کی درشٹی
سے دیکھتے ہیں۔ ان کو کبھی روزی کی فکر نہیں کرنی پڑتی۔ کیونکہ وہ خود زندگی ہیں
اور اگر ان کو کسی بیرونی چیز کی یا اور کسی طرح کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ کوشش
یا فکر کئے بغیر ہی پوری ہو جاتی ہے۔ اگر وہ کسی کام میں ہاتھ ڈالتے ہیں۔ تو اُن
کو اس کام کے کرنے کے لئے کافی دھن اور دوست فوراً ہی مل جاتے ہیں۔ چونکہ
وہ اب اپنے سدھانتوں کو اور سداچار کے اصولوں کو نہیں توڑتے۔ اس لئے
ان کی ضروریات کی تکمیل ایمانداری کے ساتھ ہو جاتی ہے ان کو جتنے دھن یا جتنی
مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ سب اُن کو اُن سجنوں سے پراپت ہوتی ہے۔ جو یا تو
نرموکھش دھام کو پراپت ہو چکے ہیں۔ (جیون مکت ہو گئے ہیں) یا اُس کی
پراپتی میں لگے ہوئے ہیں۔ جو پریم کی بادشاہت میں رہتے ہیں۔ ان کی ضروریات
بنا کسی چنتا یا کوشش کے پریم کے اصول کے ذریعے ٹھیک اُسی طرح پوری
ہوتی ہیں۔ جس طرح خود غرضی کی بادشاہت میں رہنے والے آدمی کی ضروریات

سخت درد دہ پیڑا اور دُکھ کے ساتھ پوری ہوتی ہیں۔ چونکہ انہوں نے اپنے دلی
میں مول کارن کو بدل دیا ہے۔ اس لئے ان کی بیرونی اور اندرونی زندگی میں اس
کارن کے نتائج (کام) ابھی بدل جاتے ہیں۔ جس طرح ساری کشمکش اور سب

دُکھوں کا مُول کارن ممتا

ہے۔ اسی طرح ساری شانتی اور سارے آنند کا مول کارن پریم ہے
جو لوگ مکتی دھام میں وشرام کر رہے ہیں۔ وہ کسی بیرونی چیز میں سکھ کو
نہیں کھوجتے۔ وہ جانتے ہیں کہ بیرونی چیزیں صرف ناپائیدار نتائج ہیں۔ جو
ضرورت پڑنے پر نظر آتے ہیں۔ اور اپنا کام کر کے ناش کو پراپت ہو جاتے
ہیں۔ وہ ان چیزوں (دھن۔ کپڑا۔ بھوجن وغیرہ) کو آدرش جیون کی ادنےٰ
باتیں اور نتائج سمجھتے ہیں۔ اس لئے وہ سب طرح کی چنتا اور کشٹ سے
چھٹکارہ پا جاتے ہیں۔ اور پریم میں محو ہو جانے سے وہ سُکھ کے سروپ ہو
جاتے ہیں۔ پوترتا۔ دیا۔ بُدھیمتا اور پریم کے اوناشی سدھانتوں کے مطابق
چلنے سے وہ امر ہو جاتے ہیں۔ اور ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ ہم امر ہیں۔ وہ
پرماتما میں مل جاتے ہیں۔ اور وہ جانتے ہیں۔ کہ ہم پرماتما میں مل گئے ہیں۔ چونکہ
ان کو پدارتھوں کا حقیقی گیان ہے اس لئے وہ کسی پدارتھ (چیز) کو بُرا نہیں
سمجھتے۔ دُنیا میں جو کام ہو رہے ہیں۔ وہ سب اُن کو پوتر نیم کے اندر معلوم ہوتے
ہیں۔ سب انسانوں کا سوبھاو پرماتم پد کی پراپتی کرنے کا ہے۔ مگر انسانوں کو
اپنے اس سوبھاو کا علم نہیں ہے۔ اور انسانوں کے سبھی کام کسی اعلےٰ مقصد
کی تکمیل کے لئے کوششیں ہیں۔ اگرچہ اُن میں سے بہت سے کام بُرے
ہوتے ہیں۔ اور منزل مقصود تک پہنچنے کی شکتی نہیں رکھتے۔ جن کرموں کو ہم

پاپ کہتے ہیں۔ (یہاں تک کہ وہ بُرے کرم بھی جو دیدہ دانستہ کئے جاتے ہیں،) ان سب کا مول کارن اگیانتا ہے۔ ان باتوں کو جان کر وہ کسی بات کو بھی بُرا نہیں سمجھتا۔ اور وہ پریم اور دیا کی مورتی بن جاتا ہے۔

مگر یہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ جو انسان جیون مکت ہو جاتے ہیں۔ اُن کے دن سستی اور آلسیہ میں گذرتے ہیں۔ مکتی دہام کے کھوج کرنے والوں کو سب سے پہلے اُنہیں دو پاپوں سے رہائی حاصل کرنی پڑتی ہے جیون مکت آتمائیں شانتی پورک کام کیا کرتی ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ ایسے آدمی ہی جیون کا سچا آنند بھوگتے ہیں۔ کیونکہ خودغرضانہ زندگی جس میں کئی طرح کے افکار۔ دُکھ اور خوف لگے رہتے ہیں۔ حقیقی زندگی نہیں ہے۔ وہ اپنے سب فرائض کو نشکام ہو کر اور سچے دل سے بڑی محنت کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور اپنی ساری طاقتوں اور وسایل کو جو بہت ترقی پا گئے ہیں۔ دوسروں کے دلوں میں پوترتا کا مندر قائم کرنے میں لگاتے ہیں۔ وہ سنسار میں جو کام کرتے ہیں۔ دوسروں کے لئے پہلے خود مثال بن جاتے ہیں۔ اور پھر ان کو اپدیش دیتے ہیں۔ اپنے سوارتھ کو تیاگ کر وہ دوسروں کو سُدھیمتا۔ پریم اور شانتی کا دان کرتے ہیں۔ اُن کو اب شوک کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ بلکہ وہ اننت آنند کے رس کا سواد لیتے ہیں

جیون مکت آتماؤں کو ہم ان کی زندگی سے پہچان سکتے ہیں۔ ان کی بیرونی حالت خواہ کیسی ہو اور بیرونی دُنیا میں خواہ کتنا ہی اُلٹ پھیر ہو جائے۔ مگر وہ ہمیشہ پریم۔ آنند۔ شانتی۔ برداشت۔ رحمدلی۔ شرافت۔ سچائی۔ نمرتا۔ سینیم (خودضبطی) اور خوداعتمادی میں مگن رہتی ہیں۔ ایسے آدمی غصّہ۔ خوف۔ شک وشبہ۔ راگ دویش۔ سنک۔ چنتا اور شوک سے بالکل آزاد ہو جاتے ہیں۔ چونکہ وہ پوتر ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان میں وہ گُن آ جاتے ہیں۔ جو سنسار کے

دوسرے لوگوں کے گنوں سے بالکل متضاد ہوتے ہیں۔ اور جن کو اختیار کرنا سنسار کے لوگ مورکھتا سمجھتے ہیں۔ وہ حقوق نہیں مانگتے۔ وہ اپنا بچاؤ نہیں کرتے وہ بدلہ نہیں لیتے اور ان آدمیوں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں۔ جو ان کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ جو ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور ان پر حملہ کرتے ہیں۔ ویسے ہی شرافت کا سلوک کرتے ہیں۔ جیسے ان لوگوں کے ساتھ جو ان سے متفق ہیں۔ وہ دوسروں کے بارے میں اپنی رائے قائم نہیں کرتے۔ وہ کسی آدمی یا کسی مذہب یا مت کو برا نہیں بتاتے۔ اور سب کے ساتھ مترتا کا بھاو رکھتے ہیں۔

مکتی دھام میں پورن شردھا۔ پورن گیان اور پورن شانتی کا سامراجیہ ہے۔ وہاں پریکسانیت (سب کو ایک جاننا) سکھ اور استحکام براجمان ہے۔ وہاں پرچڑچڑاہٹ۔ کرودھ۔ سخت کلامی۔ شک وشبہ۔ بھوگ ولاس کی خواہش اور اشانتی پھیلانے والی باتوں کا گذر نہیں ہے۔ وہاں پر لوگ

پورن آنند

بھوگتے ہیں۔ دوسروں کو کشما کرتے ہیں۔ من۔ بچن اور شریر سے وہ دوسروں کا بھلا چاہتے ہیں۔ اور وہ مکتی دھام ہر ایک مرد اور استری کے دل میں موجود ہے سبھی لوگ اس کے ادھکاری ہیں۔ وہ ان کی ذاتی جائیداد ہے اگر وہ چاہیں تو اس میں ابھی داخل ہو سکتے ہیں۔ مگر اس جگہ پاپ کی گذر نہیں ہے۔ اس کے دروازوں میں سے ہو کر کوئی خود غرضانہ خیال یا کام داخل نہیں ہو سکتا۔ کوئی بری واسنا اس کو ناپاک نہیں کر سکتی۔ جو چاہیں وہی اس میں داخل ہو سکتے ہیں۔ مگر سب کو ٹکٹ کی قیمت دینی ہوگی اور یہ قیمت ہے۔ مکمل آتم سمرپن

اگر تم کمل سُکھ چاہتے ہو۔ تو سب کچھ تیاگ دو۔ مگر انسان کو اپنی چیزوں سے
اتنا موہ ہے۔ کہ وہ انہیں تیاگنا نہیں چاہتے۔ وہ اپنے آپ کو ان چیزوں سے
بھرا پورا سمجھتے ہیں۔ وہ دھن سے بھرے پُورے ہیں۔ مگر وہ دھن کو اپنے پاس
سدا کے لئے نہیں رکھ سکتے۔ وہ خوف سے بھرے پُورے ہیں۔ مگر وہ اس
خوف کو کبھی تیاگ نہیں سکتے۔ وہ آتم پریم سے بھرے پُورے ہیں۔ مگر اُسی میں
سدا مگن رہتے ہیں۔ وہ ویوگ (جُدائی) کے دُکھوں سے بھرے پُورے ہیں جن
سے وہ چھٹکارہ پانا چاہتے ہیں۔ وہ بھوگ وِلاس کی واسنا سے بھرے پُورے
ہیں۔ وہ کشٹ اور شوک سے بھرے پُورے ہیں۔ وہ راگ دویش اور دُکھوں
سے بھرے پُورے ہیں۔ وہ جوش اور آفت سے بھرے پُورے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ
وہ ان سب چیزوں سے بھرے پورے ہیں۔ جن سے بھرے پُورے نہ ہونا چاہیئے
اُن کے پاس اُنہیں چیزوں کی کمی ہے۔ جن سے انسان کو بھرا پُورا ہونا چاہیئے
اور جو مکتی دھام سے باہر نہیں مِل سکتیں۔ وہ ان سب باتوں سے بھرے پورے
ہیں۔ جو اگیان اور موت سے تعلق رکھتی ہیں۔ مگر اُن کے پاس اُن باتوں کی
کمی ہے۔ جو گیان اور زندگی سے تعلق رکھتی ہیں۔

اس لئے جو آدمی مُکتی دھام کی خواہش رکھتا ہے۔ وہ ٹکٹ کی قیمت دیکر
اس میں داخل ہو سکتا ہے۔ اگر اس کے دل میں گہری اور سچی شردھا ہے
تو وہ مکتی دھام میں ابھی داخل ہو سکتا ہے۔ اور خود غرضی کے چوغے کو اتار کر
سب جھنجھٹوں سے آزاد ہو سکتا ہے۔ اگر اُس کے دِل میں شردھا کی کمی ہے
تو وہ خود غرضی پر آہستہ آہستہ فتح حاصل کر سکتا ہے۔ اور ہر روز متواتر کوشش
کر کے اور مستقل مزاجی سے سعی کر کے مکتی دھام کو پراپت کر سکتا ہے۔

پوترتا کے مندر میں چار سدھانتوں کی دیواریں ہیں۔ وہ سدھانت یہ

ہیں۔ شُدھتا (پاکیزگی)، بُدھیمتا (عقل سلیم)، دَیا اور پریم۔ اس مندر کی چھت شانتی ہے۔ اس کا فرش مستقل مزاجی ہے۔ اس کا دروازہ نشکام طور پر فرائض کی ادائیگی ہے۔ اس کا آکاش (کرہ ہوائی) ایشور یہ گیان ہے۔ اور اس کا راگ سُکھ ہے۔ وہ مندر ایسا مضبوط ہے کہ ٹس سے مس نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ وہ نِتیہ اور اوناشی ہے۔ اس لئے وہاں پر رہ کر اس بات کی چنتا کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم کل کیا کھائیں گے اور پہنینگے۔ اور جیسے ہی وے میں اس مندر کی رُکمتی دھام کی استھاپنا ہو جاتی ہے۔ تب زندگی کے لئے بھوجن کپڑے وغیرہ چیزیں اکٹھا کرنے کی چنتا نہیں رہتی۔ کیونکہ منزلِ مقصود پر پہنچکر یہ سب چیزیں اُسی طرح مل جاتی ہیں۔ جس کارن (علت) اسے کاریہ (معلول) کی سِدھی ہو جاتی ہے۔ پھر معاش کے لئے کشمکش کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور سب طرح کی روحانی۔ دماغی اور جسمانی ضروریات کی تکمیل ہر روز قدرت کے لازوال خزانے سے ہوتی رہتی ہے

"اوم شم"

ہم آپکی کیا سیوا کر سکتے ہیں

اگر آپ کا من اشانت ہو۔ بھجن پوجا میں من نہ لگتا ہو۔ یا خدانخواستہ اگر آپ کو کوئی جسمانی کشٹ ہو یا اپنی مانسک شکتی کو بڑھانا چاہیں۔ تو آپ لفافہ میں ایک آنہ کا ٹکٹ یا واپسی کارڈ کے ذریعے یہ سیوا ہم سے لے سکتے ہیں۔ خریداران مارتنڈ سکھ ساگر اور مہابھارت کی یہ سیوا ہم بڑی خوشی سے بلا فیس بالکل مفت کرتے ہیں

"سیوک پرمارتھی"

ایشور کا مندر

از منشی سوہن لال رتن صاحب ماہر دہلوی

پاکی جہاں ہے ذاتی باہر ہو یا کہ اندر — یکساں جہاں نظر میں ہے شاہ اور قلندر
وسعت جہاں ہے دل میں ایسی کہ ہو سمندر — اور یوں سکونِ لسکیں جو کی بحر میں ہو بند
واں اے مرے عزیزو ہے ایشور کا مندر

انوار سے منوّر رہتا جہاں ہے سینہ — اور دل ہے یوں درخشاں ہیرے کا جوں نگینہ
جس جا ہے قلب صافی الطاف کا سفینہ — کیا تاب دخل پائے بھولے سے بھی جو کینہ
واں اے مرے عزیزو ہے ایشور کا مندر

وسعت جہاں نظر میں یہ ہے کہ نوعِ انساں — اور کیسی نوعِ انساں اشجار اور حیواں
دریا و کوہ و میداں۔ آبادی و بیاباں — مظہر ہیں ذاتِ حق کے جاندار اور بیجاں
واں اے مرے عزیزو ہے ایشور کا مندر

رہتا جہاں ہے ہر دم ذکرِ جنابِ باری — اور نام ہے خدا کا لب اور زباں پہ جاری
حالت جہاں یہی ہے ہر وقت دل پہ طاری — باہر بھی حق ہے ساری اندر بھی حق ہے ساری
واں اے مرے عزیزو ہے ایشور کا مندر

سنتے جہاں ہیں سامع سب گیان کی کتھائیں — باتیں جہاں ہیں حق کی اور دھیان کی کتھائیں
اور لی جہاں ہیں دیت اور ایمان کی کتھائیں — چرچے ہیں معرفت کے عرفان کی کتھائیں
واں اے مرے عزیزو ہے ایشور کا مندر

پڑھتے جہاں کتب ہیں اونچے خیال والی — مضمون جن کا عالی فکرِ مآل والی
ایسی نہیں کہ کہدیں ہیں قیل و قال والی — حالت کی جن میں باتیں جو خود ہیں حال والی
واں اے مرے عزیزو ہے ایشور کا مندر

ہرگز جہاں نہیں ہے دُنیا کے غم کا سودا جور و جفا کی باتیں ظلم و ستم کا سودا ہا

ہوتا جہاں ہے رہتا لطف و کرم کا سودا ایثار کے ہیں چرچے دان اور دھرم کا سودا

واں اے مرے عزیزو ہے ایشور کا مندر

ہو کر بہم جہاں پر کچھ مرد بیٹھتے ہیں ہا خدمت میں خلق کی ہیں جو فرد بیٹھتے ہیں

اوروں کے غم سے ہو کر بس زرد بیٹھتے ہیں ایشور کے پیارے پیارے ہمدرد بیٹھتے ہیں

واں اے مرے عزیزو ہے ایشور کا مندر

اُلفت جہاں ہے ایسی ہے جوش دا کا طُغیاں انسان ہیں پیارے اور اُن سے بڑھ کے حیواں

اپنی غرض کا رہتا دل میں نہیں ہے امکاں دیتے جہاں ہیں خوش خوش اوروں کے واسطے جاں

واں اے مرے عزیزو ہے ایشور کا مندر

جس جا کہ آدمی کی اعمال پر نظر ہے خواہش نہیں صلہ کی افعال پر نظر ہے

ہوں کام سارے اچھے اس حال پر نظر ہے اور ربّ ذوالمنن کے افضال پر نظر ہے

واں اے مرے عزیزو ہے ایشور کا مندر

کرتے جہاں ہیں یوگی بیٹھے ہوئے ریاضت دم بھر ریاضتوں سے جن کو نہیں ہے فرصت

ہٹتا نہیں ہٹائے وہ دھیان کی ہے صورت بس یہ ہی بندگی ہے بس یہ ہی ہے عبادت

واں اے مرے عزیزو ہے ایشور کا مندر

جھلکی ہے رنگ اپنا جس جا ہے یہ جمایا آنکھوں میں اشک آئے جب لب پہ نام آیا

ہے ایک ایشور ہی سب جیو برہم مایا اندر وہی ہے چھایا باہر وہی ہے چھایا

واں اے مرے عزیزو ہے ایشور کا مندر

ہے گیان کا سمندر جس جا کہ موج افزا نقشہ ہے خواب کا سا پھیلی ہوئی یہ دُنیا

ناظر ہوں ایک میں ہی اور سب جگت ہے جھوٹا بس مہر کی طرح سے کرنا یقین اس کا

واں اے مرے عزیزو ہے ایشور کا مندر

ہے زندگی ہماری یارب ترے سہارے

ہے حصر محض تجھ پہ سُود و زیاں ہمارا   حافظ ہے تُو ہمارا تو مہربان ہمارا
تو ہے دلوں کا مالک تو رازداں ہمارا   تیرے سوا نہیں ہے کوئی یہاں ہمارا

ہے زندگی ہماری یارب ترے سہارے
گرداب میں پھنسی ہے کشتی لگا کنارے

درد و غم و الم میں بے طرح ہم پھنسے ہیں   رنج و غم و محن سے چاروں طرف گھرے ہیں
جائیں کدھر خدایا! حیراں کھڑے ہوئے ہیں   ہے ہم سفر نہ رہبر بس تیرے آسرے ہیں

ہے زندگی ہماری یارب ترے سہارے
گرداب میں پھنسی ہے کشتی لگا کنارے

مخلوق ہم ہیں تیری تُو ہے ہمارا خالق   در کے ترے گدا ہم تو ہے ہمارا رازق
ہم دردمند بے کس تو ہے طبیبِ حاذق   کر وہ دوا ہماری آ جائے جو موافق

ہے زندگی ہماری یارب ترے سہارے
گرداب میں پھنسی ہے کشتی لگا کنارے

جاں لینے کی غرض سے دشمن کھڑے ہوئے ہیں   کیسے ڈٹے ہوئے ہیں کیسے اڑے ہوئے ہیں
کیا ہیں قدم جمائے گویا گڑے ہوئے ہیں   ہم سب سے بچ کے در پر تیرے کھڑے ہوئے ہیں

ہے زندگی ہماری یارب ترے سہارے
گرداب میں پھنسی ہے کشتی لگا کنارے

دُنیا ہے قید خانہ کب تک یہاں اسیری   کب تک سہیں ذلت کب تک سہیں فقیری
رخصت ہوئی جوانی آیا ہے وقتِ پیری   اے دستگیر عالم ہے وقت دستگیری

ہے زندگی ہماری یا رب ترے سہارے
گرداب میں پھنسی ہے کشتی لگا کنارے

اَے چارہ ساز عالم لَے کارساز عالم — درماں ہے تو مرض کا تو درد کا ہے مرہم
دُنیا وہ غمکدہ ہے ہردم ہے تازہ یاں غم — اس غم میں تو ہے اپنا ہمدرد اور ہمدم

ہے زندگی ہماری یا رب ترے سہارے
گرداب میں پھنسی ہے کشتی لگا کنارے

تجھ پر لگی ہیں آنکھیں شام و پگاہ اپنی — تیرا ہے اب بھروسہ تجھ پر نگاہ اپنی
اَے حامئے غریباں تو ہے پناہ اپنی — تو ہی ہے اپنی منزل تو ہی ہے راہ اپنی

ہے زندگی ہماری یا رب ترے سہارے
گرداب میں پھنسی ہے کشتی لگا کنارے

مُلکِ ہوس کے گویا ہم شاہ ہو گئے ہیں — یہ خود غرض ہیں سب کے بدخواہ ہو گئے ہیں
بے راہ راہِ حق سے ہم آہ ہو گئے ہیں — رستہ ہمیں دکھا تو گمراہ ہو گئے ہیں

ہے زندگی ہماری یا رب ترے سہارے
گرداب میں پھنسی ہے کشتی لگا کنارے

دِل ہے کہ ہم کو زار و بیزار کر رہا ہے — اور دربدر پھرا کر یوں خوار کر رہا ہے
یہ دُشمنِ قوی ہے اور وار کر رہا ہے — ہم کو پناہ تیری کیا مار کر رہا ہے

ہے زندگی ہماری یا رب ترے سہارے
گرداب میں پھنسی ہے کشتی لگا کنارے

دل میں نہیں ہمارے کچھ خواہش امیری — شاہی کے ہم نہ خواہاں نَے طالب وزیری
اتنی سی التجا ہے کرشن کے دستگیری — کوچے کی اپنے دیدے مولا ہمیں فقیری

ہے زندگی ہماری یا رب ترے سہارے

گرداب میں پھنسی ہے کشتی لگا کنارے

اُونچا ہے بام عُرفاں اس پر نگاہ کس کی　　اور اوجِ معرفت پر ہے دستگاہ کس کی؟
ہوتی ہے واں رسائی اے مہر آہ کس کی　　یہ کہ کے لیں نہ حق کی تو لیں پناہ کس کی؟

ہے زندگی ہماری یارب ترے سہارے
گرداب میں پھنسی ہے۔ کشتی لگا کنارے

جیون مُکتی

پیارے ناظرین! جیون مکتی مالا کا پہلا پشپ آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ پہلے یہ ۱۹۱۹ء میں مارتنڈ کے کسی پرچہ میں ابدی زندگی یا بہشت کی سیر کے عنوان سے چھپ چکا ہے۔ دھارمک پریمی سجنوں نے اس وقت اس کی خوب قدر کی تھی اور اسی سال یعنی ۱۹۱۹ء میں یہ کتاب ختم ہو گئی تھی۔ اس کے بعد مہربانوں کی کئی فرمائشیں آتی رہیں مگر کتاب کے دوبارہ چھپوانے کا وقت نہیں ملا۔ اب بھگوان نے موقع دیا ہے جنہوں نے اس پستک کو پہلے نہیں پڑھا۔ وہ اس کے پاٹھ سے بہت کچھ آتمک اُدنتی کر سکتے ہیں اور اس میں بیان کردہ ہدایات کے مطابق جیون مکتی کی اوستھا کو حاصل کر سکتے ہیں بار بار پڑھنے اور وچارنے سے ہی اس کی خوبیاں دل میں اچھی طرح ذہن نشین ہو سکیں گی۔ جو لوگ سنسار کی کشمکش سے گھبرا گئے ہیں۔ اُن کے لئے یہ کتاب آبحیات سے کم مفید نہ ہوگی اس جیون مکتی مالا کا دوسرا پشپ ماہ اگست کے سکھ ساگر میں پیارے پاٹھکوں کے بھینٹ کیا جاویگا۔ جس میں جیون مکتی کی اوستھا کی سیر کرائی جاوے گی دوسرے لفظوں میں اس دکھ بھرے سنسار ساگر میں آپ بہشت کی سیر کرینگے اس نمبر کو بار بار پڑھ کر وچاریے اور اگلے نمبر کا انتظار کیجئے

سیوک۔ پر مارتھی

گورو منتر اور اسکے جاپ کی ودھی

(رشی وشوامتر - دیوتا - سویتا)

ॐ भूर्भुवः स्वः तत्सवितुर्वरेण्यं भर्गो देवस्य धीमहि धियो यो नः प्रचोदयात्॥

(رگوید ۳ - ۶۲ - ۱۰) اور یجروید ۳۶-۳)

اُردو میں - اوم بھور - بھوہ - سوہ - تت - سوی تُر ورنیم - بھرگو - دیوسیہ دھی مہی - دھیو یونہ پرچودیات

الگ الگ الفاظ - اوم[1] - بھو[2] - بھوہ[3] - سواہ[4] - تت[5] - سوی تُر[6] - ورنیم[7] - بھرگاہ[8] - دیوسیہ[9] - دھی مہی[10] - دھیا[11] - یوہ[12] - نہ[13] - پرچودیات[14]

لفظی ترجمہ - اوم (پیدا کرنے والے - پرورش کرنے والے اور لین کرنے والے) بھُو (ست) بھُوہ (چت) اور سُوہ (آنند سوروپ) سوی تُہ (جگت کے اُتپن کرنے والے) دیوسیہ (ایشور کے) تت ورنیم بھرگاہ (اس سرلیشٹ تیج کا ہم سب) دھی مہی (دھیان کرتے ہیں - اس لئے کہ) یاہ (جو) نہ دھیا (ہم سب کی بدھیوں کو) پرچودیات (وشیش پریرنا کرے)

ترجمہ - پیدا کرنے والے - پرورش کرنے والے اور لین کرانے والے - ست - چت اور آنند سوروپ - جگت اتپادک ایشور کے اس سرلیشٹ تیج کا ہم سب دھیان کرتے ہیں - اس لئے کہ وہ پربھو ہم سب کی بدھیوں کو وشیش پریرنا کرے (اپنی طرف کشش کرے)

مانسک دھیان

اس گورو منتر کو ارتھ سہت پاٹھ کرکے اپنے من میں مندرجہ ذیل دھیان کرنا چاہیئے۔

"پرمیشور ہی سب جگت کو پیدا کرتا۔ پرورش کرتا اور فنا کرتا ہے۔ وہ سچدانند سوروپ اور سب کو پریرنا کرنے والا ہے۔ اس کے سریشٹ تیج کا ہم سب (نرنتر) اس لئے دھیان کرتے ہیں۔ کہ دھیان کرنے سے وہ ہم سب کی بدھیوں کو اُتم پریرنا کرکے اُتم اور سریشٹ بناتا ہے۔ ہے ایشور! ہے پرماتمن! ہے انتریامی! کرپا کرو۔ دیا کرو۔ اور اپنے اس بھگت کو پوتر اور شدھ بناؤ۔

انوشٹھان

اس منتر کا اُچارن کرتے وقت پرمیشور کے پوتر تیج کا اور شکتی کا وچار کرنا چاہیئے۔ پرمیشور کے لئے آپ کی اُچیہ سے اُچیہ... بھاونا۔ جو گیتا آدی ستیہ شاستروں کے پاٹھ سے آپ کے من میں پیدا ہو گئی ہو۔ اس کو اس وقت من میں اور بدھی میں ستھر کرنے (جمانے) کی کوشش کرنی چاہیئے۔

میری بدھی کو وہ پرماتما اُچیہ پریرنا کر رہا ہے۔ اُتم بنا رہا ہے۔ اس پربھو کے سریشٹ تیج سے میں تیجسوی ہو رہا ہوں۔ اس کی ستّا میں میری ستّا ملی ہوئی ہے۔ اور اسی ایشور کا اننت بھنڈار میرے اردگرد سمندر کی طرح بھرا ہے اس پرماتما کی دویہ شکتیوں سے میں بھی دویہ (پوتر) بن رہا ہوں۔ ایسی بھاونا من میں دھارن کیجیئے۔ اور سرو دیاپک پرماتما میں اپنے آپ کو شامل (لین۔ غرق یا محو)

سمجھ لیجئے۔ اپنے چنچل من کو ستھر اور شانت کیجئے۔ اور اس منتر کے پوتر وچاروں کے بغیر اور کوئی وچار بھی اپنے من میں نہ لایئے۔ اس طرح پختگی کے ساتھ من کی شبھ بھاونا رکھیئے۔ تین۔ دس۔ اٹھائیس۔ ایکسو آٹھ یا جتنا آپ کرنا چاہتے ہیں۔ اتنا جپ کیجئے۔ منتر اُوچارن کے ساتھ ارتھ کی بھاونا من میں ستھر رکھنے سے جپ ہوتا ہے۔ اور چت کی ایکاگرتا ہوتی ہے۔

جپ کے وقت منتر اُوچارن کرنے کے کئی طریقے ہیں۔ جو طریقہ آپ اپنے یوگ سمجھیں۔ اس کے مطابق آپ جپ کریں۔ سب طریقوں میں منتر کا اُوچارن گڑبڑ کے ساتھ یعنی جلدی سے نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ آہستہ آہستہ کرنا چاہیئے۔ اور منتر کا رس اپنے من میں بھرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ تبھی جپ کا پھل ملتا ہے (۱) منتر اُوچار کھلی آواز سے کرنا۔ جو ساتھ بیٹھے ہوئے پانچ آدمیوں کو بھی سنائی دیوے۔ یہ ودھی بہت معمولی ہے (۲) منتر اُوچارن (جپ) اتنی چھوٹی آواز میں کرنا۔ کہ صرف اپنے کان ... ہی اس کو سن سکیں۔ پہلی ودھی سے یہ ودھی بہت اچھی ہے۔ (۳) لفظوں کو اُوچارن نہ کرتے ہوئے ہونٹ ہلا کر منتر چپ چاپ بولنا۔ اس وقت لفظ کا اتنا سوکھشم اُوچارن ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے کانوں کو بھی سنائی نہیں دیتا۔ صرف منتر کی آواز کا احساس ہوتا ہے (۴) منہ بالکل بند کر کے۔ شبد کا باہر اُچارن نہ کر کے اندر زبان کو تھوڑا تھوڑا ہلا کر زور سے منتر بولنے کی کوشش کرنا۔ یعنی لفظوں کو ظاہرا طور پر نہ بول کر محض تخیل سے بولنا شبد کا اوچارن نہ ہونے پر بھی من میں سننے کا احساس ہوتا ہے (۵) مندرجہ بالا طریقے سے ہی اگر زور سے منتر بولنے کی کوشش نہ کر کے شبدوں کو اندر اُوچار کرنے کی کوشش کرنا اس میں بھی شبد سنائی دینے کا احساس ہوتا ہے (۶) منہ بند کر کے اور زبان کو نہ ہلاتے ہوئے اور نہ اُوچارن کرتے

ہوئے منتر کا جپ کرنے کی کوشش کرنا۔ اس جپ میں بھی منتر سننے کا احساس ہوتا ہے

مندرجہ بالا ودھیوں میں پہلے سے دوسری۔ دوسری سے تیسری اس طرح بتدریج آگے کی ودھی اچھی ہے۔ اگر اُپاسک چاہے۔ تو ہر ایک اکھشر اُوچارن کے وقت اس اکھشر کو کلپنا (تخیل) سے ہی اپنے سامنے دیکھنے کا ابھیاس کرے۔ اس سے چت ایکاگر ہونے میں بہت مدد مل سکتی ہے۔ شواس کے ساتھ ایک منتر اُوچارا اور پر شواس کے ساتھ ایک منتر اوچار کرنے کی ایک سر لیشٹ اور ادتم ودھی ہے۔ مگر پرانا یام کا ابھیاس ہونے سے پہلے اس جپ کو کرنا یوگیہ نہیں ہے۔ اس ودھی میں ایک منتر سے کمبھک کرنے کا ایک اور طریقہ بھی ہے۔ اس کو سمنترک پران جپ کہتے ہیں۔ پرانا یام کا سال دو سال تک اچھا ابھیاس ہو جانے کے بعد ان دو ودھیوں سے جپ کیا کیا جا سکتا ہے۔ اس سے پہلے نہیں۔

ضروری بات یہ ہے۔ کہ جپ کرتے وقت چت کو جپ میں ہی کلی طور پر لگا دینا چاہیئے۔ اگر چت اِدھر اُدھر جانے لگے۔ تو اس کو پھر واپس لانا چاہیئے۔ اس طرح کرنے سے ایکاگرتا سِدھ ہوتی ہے۔ اور سب کام بن جاتے ہیں

گیان کتھا ساگر

میرے تمام جذبات اور دل کے لئے وقف ہیں

گاتا ہوں نغمے اور سناتا ہوں تم کو ہیں
پڑھ کر کتاب بھید بتاتا ہوں تم کو ہیں

جو دیکھتا ہوں سب وہ دکھاتا ہوں تم کو ہیں
وحدت کے راز سارے جتاتا ہوں تم کو ہیں

جذبات سب جو وقف ہیں انسان کے لئے
کرتا ہوں کام دانا و نادان کے لئے

لکھتا ہوں گر تو فیض رسائی کا ہے خیال
سب ہیں مرے تمہارے لئے قیل اور قال

کہتا ہوں بات جس سے ہو حاصل تمہیں کمال
ہیں دوسروں کی واسطے ہی میرے قال و حال

خدمات سب جو وقف ہیں انسان کے لئے
کرتا ہوں کام دانا و نادان کے لئے

خلوت میں بیٹھا دھیان ہے انسان کا مجھے
کثرت میں بیٹھا دھیان ہے انسان کا مجھے

جلوت میں بیٹھا دھیان ہے انسان کا مجھے
وحدت میں بیٹھا دھیان ہے انسان کا مجھے

برکات سب جو وقف ہیں انسان کے لئے
کرتا ہوں کام دانا و نادان کے لئے

گل کی طرح ہنسا تو ہنساتا ہوں تم کو ہیں
بیدار گر ہوا تو جگاتا ہوں تم کو ہیں

بلبل کی طرح بولا۔ بولاتا ہوں تم کو ہیں
سویا تو خواب ناز میں لاتا ہوں تم کو ہیں

حرکات سب جو وقف ہیں انسان کے لئے
کرتا ہوں کام دانا و نادان کے لئے

ہے سادگی کی زندگی میں راحت و سرور
رنج و بلائے دہر ہے مجھ سے سارے دور

تاریکی دل کی مٹ گئی وحدت کا چمکا نور
آئینہ خود نمائی کا کر ڈالا چور چور

حالات سب جو وقف ہیں انسان کے لیئے
کرتا ہوں کام دانا و نادان کے لیئے

کافیاں

اس دل کو پاک بناتی ہے جو سر پہ مصیبت آتی ہے
دُکھ درد کو وہ لیجاتی ہے سُکھ چین تجھے دیجاتی ہے

سونا کہے سونار سے تو مجھ کو نہ تپاؤ
کہے سُونار سُن بادلے اور ہے کون اُوپاؤ

آگ لگی تن من جلا اب مت اور جلاؤ
سونا جل کندن بنے اس کا یہی سوبھاؤ

کچھ فکر نہ کر یہ آگ ہمیشہ تیرا میل جلاتی ہے
دُکھ درد کو وہ لیجاتی ہے سُکھ چین تجھے دیجاتی ہے

پریتم پریت لگائے کر مت جا دیس بدیس
تیرے برہ بیوگ میں دھر جوگن کا بھیس

برہن تڑپے برہ سے ہے جیرا دھک دھکیس
ٹھور ٹھور پھر ست پھری لاتہ کیوں سندیش

مت بھول دیوانی سُن میری یہ لگن جو بن میں سماتی ہے
دُکھ درد کو وہ لیجاتی ہے۔ سُکھ چین تجھے دے جاتی ہے

تین تاپ کا دکھ بڑا مجھ سے سہا نہ جائے
پریت ریت اتی کٹھن ہے تاسوں کہا بسائے

دن دن میں کلپت رہوں سسک سسک دم جائے
رات دوس کا دا جھنا موسوں سہا نہ جائے

کیا غم جو بلا دن رات تجھے دنیا میں رہ کے ستاتی ہے
دُکھ درد کو وہ لیجاتی ہے سکھ چین تجھے دے جاتی ہے

دُکھ سُکھ ایک سمان کر ہردے مانہیں بچار
کھیل پیا کا کھیل ہے کھیل میں بدھ بیوہار

اگیا پائی جگت ہے نا شمان سنسار
کھیل کھیل سے کیوں ڈرے کھیل نہیں بٹ مار

یہ کھیل ہی کھیل تجھے باباون بات جوا کے کھلاتی ہے
دکھ درد کو وہ لیجاتی ہے سکھ چین تجھے دے جاتی ہے

جا بید اگر آپنے میرا کٹھن ہے رنگ
نین ہمارے باوڑے ڈھونڈیں پیا کا جوگ

یہ مٹنے والا نہیں پریم بچھاڑ کا سوگ
پیو ملے تب سب مٹے جو ایسا سنجوگ

یہ پریت جو تن میں اور من میں رہ رہ کر آگ لگاتی ہے
دکھ درد کو وہ لے جاتی ہے سکھ چین تجھے دیجاتی ہے

پرارتھنا

ہے غیر حق یہ دنیا حق بس ہے ذات تیری
تو حق ہے غیر حق ہے یہ کائنات تیری

حق ذات یکساں ہے ناحق صفات تیری
گر غیر حق سے نکلوں تب سمجھوں بات تیری

ناحق سے تو چھڑا کر حق کا پتہ بتا دے

تاریکی کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں ہر جا
میں کیا کہوں کون تو ہے کیا چیز ہے یہ دنیا

گھپ ہے اندھیرا ہر سو دل پر پڑے ہیں پردے
ظلمت کدہ میں پھنسکر حیران ہوں خدایا

تاریکی سے بچا کر تو نور کو دکھا دے

دنیا سراسر ہے فانی کار جہاں ہے فانی
سب موت کے ہیں منہ میں مرنے کی دل میں ٹھانی

دو دن کی پیری طفلی دو دن کی ہے جوانی
تو بخش دے کرم سے لافانی زندگانی

اور موت سے ہٹا کر لافانیت بنا دے

ناظرین کو اطلاع دیجاتی ہے کہ خط و کتابت میں چٹ نمبر کا حوالہ اور اپنا پتہ خوشخط لکھا کریں۔

گیان کتھا ساگر

اس عنوان سے ایک ہزار گیان دھیان اور یوگ کتھاؤں کا
سلسلہ ماہ مارچ ۱۹۳۰ء سے مارتنڈ میں شائع ہونا شروع ہوا ہے
کتھاؤں کا یہ سلسلہ اتنا دلچسپ اور منوہر ہے کہ پڑھتے ہی من
میں شانتی آجاتی ہے اگر آپکو ذرا بھی روحانیت سے دلچسپی ہو تو آپ

ماہ مئی ۱۹۳۰ء سے مارتنڈ کے خریدار بن جاویں

اور ان کتھاؤں کے پاٹھ سے اپنے آتما کو پوتر کریں۔ علاوہ اس کے
رسالہ مارتنڈ میں اور بھی بہت سے روحانی و اخلاقی اپدیش درج ہوتے
ہیں۔ یہ رسالہ ۱۹۰۸ء سے باقاعدہ پبلک کی روحانی۔ اخلاقی اور
جسمانی سیوا کر رہا ہے۔ قیمت سالانہ صرف ۳ ۸ نمونہ کا پرچہ چہار کو ملتا ہے

منیجر رسالہ مارتنڈ و سکھ ساگر و شاستر بھاشا بھنڈار اندرون لوہاری و موری دروازہ لاہور

شریمد بھگوت گیتا

اُردو ترجمہ معہ تشریح اور دوہوں کے

(از شریمان پرمارتھی - ایڈیٹر رسالہ مارتنڈ - سکھ ساگر و مترجم مہابھارت وغیرہ)

یہ بھگوت گیتا اپنے ڈھنگ کی بالکل نرالی ہے (۱) اول شلوک سنسکرت ہیں (۲) پھر وہی شلوک اُردو میں (۳) پھر ترجمہ سلیس اردو میں (۴) پھر دوہوں میں ترجمہ (۵) اور پھر تشریح - ساری گیتا کا ترجمہ اس ڈھنگ سے کیا گیا ہے کہ معمولی سے معمولی لیاقت کا آدمی بھی اس کی مدد سے گیتا کے اسرار نہانی اور رمز کی تہ کو پہنچ سکتا ہے اُردو دان اصحاب کے لئے اس سے بہتر مشرح گیتا کا ملنا مشکل ہے

حجم ۳۲۸ صفحات کلاں - قیمت مجلد صرف دو روپے آٹھ آنہ

منیجر رسالہ مارتنڈ - سکھ ساگر و اشاعت مہابھارت اندرون لوہاری دروازہ بالمقابل مسجد پیر گلی لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۶۱۷

روحانی جسمانی اور سائنٹفک تواریخی مضامین کا منوہر گلدستہ

ماہواری

سکھ ساگر لاہور

ایڈیٹر پربارتھی

قیمت سالانہ عہ

ہر ماہ انگریزی کی پندرہ تاریخ کو دفتر مارتنڈ سے شائع ہوتا ہے

دفتر سکھ ساگر سے حسب ذیل رسالجات شائع ہوتے ہیں

مارتنڈ لاہور - گیان دھیان اور یوگ کا منوہر گلدستہ - پڑھ کر من باغ باغ ہو جاتا ہے قیمت سالانہ للعہ

سکھ ساگر لاہور - ہر قسم کے روحانی اخلاقی طبی اور تواریخی مضامین شائع کرتا ہے قیمت سالانہ عہ فی پرچہ ۳ر

مارتنڈ و سکھ ساگر ہر دو رسالجات کا سالانہ چندہ صرف پانچ روپیہ ہے

مہابھارت - مکمل سنسکرت گرنتھ مہابھارت کا اصلی ترجمہ ماہواری چھپتا ہے - ماہ جولائی ۱۹۳۰ء تک قریباً دو ہزار صفحات کلاں چھپ چکے ہیں - قیمت سالانہ صرف للعہ ہے

مارتنڈ، سکھ ساگر و مہابھارت تینوں رسالجات کا سالانہ چندہ صرف نو روپیہ ہے

خط و کتابت کا پتہ:-

منیجر رسالہ مارتنڈ سکھ ساگر و مہابھارت اشاعت بھون اندرون باغ لوہاری دروازہ لاہور

رام الیکٹرک پریس بیسہ اخبار لاہور میں باہتمام لالہ رام لال در ماریلر چھپی اور مارتنڈ پبلشر و پرنٹر دفتر سکھ ساگر لاہور

رسالہ مارتنڈ لاہور کے خاص نمبر

اگر آپ بھی روحانی و اخلاقی ترقی کرنا چاہیں تو مندرجہ ذیل مارتنڈ کے خاص نمبروں کو ضرور پڑھیں

۱۔ روحانی نمبر۔ ایشور بھگتوں کے لئے خاص طور پر قابل مطالعہ ہے۔ قیمت ۱؎

۲۔ پرانایام نمبر۔ پرانایام کا آسان طریقہ اور فوائد ۔۲ر

۳۔ آنند نمبر۔ سچے آنند کے حصول کا طریقہ۔ پڑھتے ہی محویت طاری ہو جاتی ہے ۔۲ر

۴۔ صحت نمبر۔ تندرستی کی حفاظت کے آسان اور قابل عمل اصول ...... ۔۲ر

۵۔ افسانہ نمبر۔ دلچسپ روحانی و تواریخی افسانے ...... ۔۲ر

۶۔ اُتم وچار نمبر۔ بری عادات سے نجات حاصل کرنے کا طریقہ ۔۲ر

۷۔ آتم کلیان نمبر۔ اپنی بھلائی کرنے کا سچا اور سیدھا مارگ ...... ۔۲ر

۸۔ عملی یوگ نمبر۔ جسمانی و روحانی ترقی کے لئے پرانایام کی چند ورزشیں ۔۲ر

۹۔ پیسے کی مایا نمبر۔ اگر پیسے کی مایا جال کا حال پڑھنا ہو تو اسے پڑھو ۔۲ر

۱۰۔ مانسک شکتی و کاش نمبر۔ دماغی طاقت بڑھانے کے لئے روحانی وسائل ۔۲ر

۱۱۔ ہولی نمبر۔ ہنسی و دل لگی کا اخلاقی سامان۔ پڑھئے اور خوش ہوجئے ہر دو حصہ ۸ر

۱۲۔ اُپاسنا نمبر۔ پرارتھنا و اُپاسنا کی عمدہ کتاب ہے ...... ۔۲ر

۱۳۔ شہد نمبر۔ شہد کے ذریعے تمام بیماریوں کا علاج ...... ۔۳ر

۱۴۔ تحفہ بسر ما نمبر۔ صحت اور تندرستی بڑھانے کے لئے بچا سو طاقت کے مجربات ۔۲ر

۱۵۔ شردھا بھگتی پرکاش نمبر۔ ایشور بھگتوں کے لئے اموِل چیز ہے ۔۲ر

۱۶۔ کتھا نمبر۔ دلچسپ اخلاقی و روحانی کتھائیں ...... ۔۲ر

ملنے کا پتہ: مینیجر رسالہ مارتنڈ، سکھ ساگر دھام، بھارت بھون، باغ لوری، موریہ دوارہ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۶۱۶

اوم

ماہواری

لاہور

رسالہ سُکھ ساگر و پتر جیون

سالانہ چندہ ۱۲/ قیمت فی پرچہ ۲/

نمبر | بابت ماہ اگست ستمبر ۱۹۳۰ء مطابق ماہ بھادوں سمت ۱۹۸۷ | جلد ۱

مہرشی ویدویاس کی تالیف سنسکرت گرنتھ

مہابھارت کا مکمل اردو ترجمہ

جلد اول ۱۵۸۰ صفحات کلاں مجلد قیمت آٹھ روپے ۸/

جلد دوم ۶۸۸ صفحات کلاں مجلد قیمت چھ روپے ۶/

علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ: منیجر اشاعت مہابھارت [illegible] اندرون لوہاری گیٹ لاہور

رسالہ سکھ ساگر لاہور کے نیم!

(۱) سکھ ساگر ہر انگریزی ماہ کی ۲۰ تاریخ کو شایع ہوتا ہے (۲) اس کا سالانہ چندہ صرف ایک روپیہ بارہ آنہ (عہ۱) اور خریداران مارتنڈ سے عہ۱۲ لیا جاتا ہے یعنی مارتنڈ و سکھ ساگر دونو کا سالانہ چندہ پانچ روپیہ ہے (۳) ممالک غیر سے مارتنڈ و سکھ ساگر ہر دو رسالجات کا سالانہ چندہ چھ روپے لیا جاتا ہے (۴) سکھ ساگر کے نمونے کے لئے ۳؍ کے ٹکٹ آنے چاہئیں خاص نمبروں کی قیمت زیادہ ہوتی ہے (۵) جہاں تک ہو سکے خریداران کو اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجنا چاہیئے۔ وی پی منگانے میں ۲ آنے زیادہ خرچ آئے گا۔ (۶) دفتر سے پوری طرح سے پڑتال کر کے ہر ایک خریدار کے نام رسالجات بھیجے جاتے ہیں۔ اگر کوئی پرچہ نہ ملے۔ تو اسی مہینے شکایت آنے سے دوبارہ پرچہ بھیج دیا جاتا ہے۔ (۷) جوابی امور کے لئے جوابی کارڈ یا لفافہ میں ایک آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیئے۔ (۸) خریداران سکھ ساگر میں سے کسی بھائی کو (خدانخواستہ) اگر کوئی جسمانی کشٹ ہو۔ یا جو بھائی آتمک شانتی اور روحانی ترقی کے خواہشمند ہوں۔ ان کی سیوا ہم مفت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ واپسی کارڈ یا لفافہ میں ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجکر سب خریداران یہ سیوا ہم سے لے سکتے ہیں۔

تمام خط و کتابت بنام

مینیجر رسالہ سکھ ساگر (دفتر مارتنڈ) اندرون باغ لوہاری موری دروازہ لاہور

ॐ

پوتر جیون

ارتھات

بے عیب زندگی

گیان اشٹک

(از منشی سورج نرائن صاحب مہر دہلوی)

بنے دھیان ہیں جسکے دھیانی ہیں مجنوں
پڑھا جس کا جوگی جتی نے ہے افسوں
ہوئے گیان پر جس کے گیانی ہیں مفتوں
وہی آتما سچدانند میں ہوں (۱)

کرم جس کے ملنے کو کرتا ہے کرمی
مرم جانتا ہے فقط جس کا مرمی
دھرم جس کے پانے کو کرتا ہے دھرمی
وہی آتما سچدانند میں ہوں (۲)

جسے یگیہ ادروان سے ڈھونڈھتے ہیں
جسے دھارنا دھیان سے ڈھونڈھتے ہیں
جسے تپ سے اور گیان سے ڈھونڈھتے ہیں
وہی آتما سچدانند میں ہوں (۳)

نہ آغاز جس کا نہ انجام جس کا
ہر اک شکل جس کی ہر اک نام جس کا
جہاں دیکھئے جلوۂ عام جس کا
وہی آتما سچدانند میں ہوں (۴)

جسے سن کے انسان کہتا نہیں ہے
جسے پا کے دکھ کوئی سہتا نہیں ہے
جسے دیکھ کر ہوش رہتا نہیں ہے
وہی آتما سچدانند میں ہوں (۵)

زمان و مکاں میں ہوا ہے جو نمایاں
غرض جس سے ممکن ہے نیرنگ امکاں
علل میں ہوا ہے جو علت جو پنہاں
وہی آتما سچدانند میں ہوں (۶)

کسی شے کی ہستی نہیں جس سے باہر
جو ہے مثل آنند کا ہے سمندر
ہر اک نور جس نور سے ہے منور
وہی آتما سچدانند میں ہوں (۷)

جسے مہر موجود مانا ہے سب نے
جسے غیر محدود مانا ہے سب نے
جسے اپنا مقصود مانا ہے سب نے
وہی آتما سچدانند میں ہوں (۸)

۱- ایشوریہ کیندر

زندگی کا حقیقی چشمہ

حقیقی زندگی کو اس زندگی کو جو بل - آنند اور شانتی سے بھرپور ہے۔ حاصل کرنے کا پوشیدہ راز یہ ہے۔ کہ ایشوریہ کیندر (خدائی مرکز) کو کھوج کر اپنے اندر دیکھو۔ اور اس کو اپنے چال چلن کا سرچشمہ بناؤ۔ جن حیوانی جذبات اور مانسک سنکلپ وکلپوں میں انسان عام طور پر پھنسے رہتے ہیں۔ اُن سے اپنا تعلق قطع کر لو۔ یہ خود غرضی سے بھری باتیں (حقیقی) زندگی کو اس طرح سے چھپائے ہوئے ہیں۔ جیسے چھلکا پھل کے گودے کو چھپائے رہتا ہے۔ جو آدمی تتوگیانی (حقیقت شناس) بننا چاہتا ہے۔ اسے اس چھلکے کو اتار کر پھینک دینا چاہیئے۔ یعنی خود غرضانہ باتوں کو چھوڑ دینا چاہیئے۔

اگر تم یہ نہیں جانتے۔ کہ تمہارے اندر کوئی ایسا تتو (جوہر) ہے جو غیر متبدل اجر اور امر ہے۔ تو تم کچھ نہیں جانتے۔ اور وقت کے آئینے میں عبث گورنج کو (سایہ) کو ہی دیکھ کر خوش ہو جاتے ہیں۔ اگر تم اپنے اندر ان سدھانتوں کو نہیں پاتے۔ جو منو وکاروں سے پاک صاف ہیں۔ اور جن پر سنسار کی کشش کشش اور آڈمبر (ریاکاری) کا اثر نہیں پڑتا۔ تو تم کو اس سایہ کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ جو ہاتھ لگتے ہی لوپ ہو جاتا ہے۔

جو آدمی یہ پرتگیا کرے گا۔ کہ میں سایہ یا گورنج سے خوش نہ ہونگا۔ وہ

اپنی پرتگیا روپی ورشٹی کی مدد سے چلتی پھرتی پرچھاؤں کو بھگا دیگا - اور زندگی کی حقیقت کو سمجھ جائے گا - اس کو حقیقی ...... زندگی کا ارتھ معلوم ہو جائے گا - اور وہ اپنی زندگی کو ویسا ہی بنالیگا - اپنے دل میں ایشور یہ کیندر (خدائی مرکز) کو پاکر شانت بدھی مان اور بلوان بن جائے گا - اور جیون مکت ہو جائے گا۔

ایشور کی پناہ میں چلے جانے سے اور وہاں پر رہنے سے انسان کی رغبت پاپ کی طرف سے ہٹ جاتی ہے - وہ کوئی پاپ کرم نہیں کرتا جس سے اس کو دکھ پہنچے - یا اس کی اپنی شانتی بھنگ ہو جائے - رنج نیز پریشانی کی آگ اس کو جلا نہیں سکتی - وہ ہر روز شبھ کرم کرتا رہتا ہے - اس کو ایشور پر اٹل شردھا ہو جاتی ہے - اس کو اپنی نہ خوش دشا پر کبھی شک ہوتا ہے - اور نہ اس کا آنند بھنگ ہوتا ہے - وہ اپنی گذشتہ باتوں پر پشیمان نہیں ہوتا - وہ موجودہ وقت کو اپناتا ہے - اور اسی سے تعلق رکھتا ہے۔

چونکہ انسان سبھاؤ سے ہی عیش پسند ہوتے ہیں - اس لئے وہ اپنی واسناؤں (جذبات) سے پریم کرتے ہیں - مگر اس پریم کی وجہ سے وہ آخر میں دکھ اور ہانی اٹھاتے ہیں - چونکہ وہ اہنکار میں پھنسے رہتے ہیں - اس لئے وہ مانسک سنکلپ وکلپوں کو پسند کرتے ہیں - مگر اس کا پھل یہ ہوتا ہے - کہ انسان کو نیچا دیکھنا پڑتا ہے - اور اسے شوک سے بیاکل ہونا پڑتا ہے جب آتما کی واسناؤں کی ترپتی ہو جاتی ہے - اور وہ اہنکار کے برے نتائج کو بھوگ لیتی ہے - تب وہ ایشور کے احکام کے مطابق چلنے کی خواہش کرتی ہے - اہنکار کا ناش ہونے پر ہی آتما اپنے حقیقی سوروپ کو پہچانتی ہے

ہمارے اوپر ہر ایک مصیبت کسی اندرونی دوش کی وجہ سے آتی ہے اگر انسان کی سمجھ میں یہ بات آجائے - تو وہ پہلے سے زیادہ بدھیمان ہو سکتا ہے

اور وہ مصیبتوں سے بچ کر سکھ پوروک زندگی بسر کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ موکش
دھام میں پہنچ سکتا ہے۔ جہاں دکھ اور مصیبت کا گذر نہیں ہے۔ تم اس بات
کو کب سمجھوگے۔ کہ تم کو زندگی میں جو کسی طرح کے کلیش۔ دکھ اور کشٹ اٹھانے
پڑتے ہیں۔ وہ سب تم کو یہ بتلا رہے ہیں۔ کہ تم میں دوش ہیں۔ موکش
دھام میں پہنچنا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تم اس سے کب تک بے فکر رہوگے
اور اہنکار اور خود پرستی روپی زنگ کی اگنی میں کب تک پڑے رہوگے؟

جہاں خود غرضی نہیں ہے۔ وہیں پر موکش دھام ہے

اور وہیں پر آنند سکھ اور آنند شانتی کی ساگر ہے۔ اگر تم اپنا تعلق
پیچھے بھگت بننا چاہتے ہو۔ اس میں لین رہنا ہو جانا چاہتے ہو۔ تو تم کو
اس کے لئے قربانی دینی پڑے گی۔ وہ قربانی اہنکار یا خود پرستی کی بھینٹ
چڑھانا ہے۔ کیونکہ انہیں باتوں سے دکھ پیدا ہوتا ہے۔ جو آدمی ان
باتوں کو تیاگ دیتے ہیں۔ وہی آنند سکھ اور شانتی کو پراپت کرتے ہیں
زندگی کا مقصد یہ نہیں ہے۔ کہ انسان آلس یا فضول دوڑ دھوپ
میں دھن اور ناموری کے حاصل کرنے میں ہی اپنی عمر کے دن پورے کردے
بلکہ زندگی کا مقصد یہ ہے۔ کہ ہم شانتی اور ایشوریہ گیان کو پراپت کریں۔
اور موکش دھام میں پہنچنے کے خواہشمند ہوں۔
اگر اونچے درجہ کے لوگ پوترتا اور پاکیزگی کی طرف جھکیں۔ تو وہ دیوتا ہو
جائینگے۔ اگر کمزور قسم آدمی طاقت کی پناہ لیں۔ تو وہ طاقتور ہو جائیں گے۔ اگر
اگیانی گیان کو اختیار کریں۔ تو وہ گیان وان ہو جائینگے۔ انسان سب کچھ
حاصل کر سکتا ہے۔ اور جس بات کی وہ خواہش کرتا ہے۔ اسی کو حاصل کرنے

کی کوشش کرتا ہے۔ ہر آدمی کو اپنا اُدھار آپ کرنا پڑے گا۔ پرمیشور اس
کا سہارا نہیں کرے گا۔ فرض کیجئے۔ کہ کوئی آدمی ایک خوبصورت محل کی
خواہش کرتا ہے۔ اور وہ اس کے لئے زمین مول لے کر پرمیشور سے پرارتھنا
کرتا ہے۔ کہ ہے ایشور! میرے لئے اس زمین پر ایک اچھا محل بنا دے۔ تو
کیا تم اس آدمی کو مورکھ نہ سمجھو گے۔ وہ اس کے خلاف کیا تم اس آدمی کو دانا
نہ سمجھو گے۔ کہ جو زمین مول لے کر اس پر محل بنانے کے لئے راج مزدوروں اور
بڑھئیوں کو کام پر لگاتا ہے۔ اینٹ پتھر کے مکان کے بارے میں یہ بات سچ
ہے۔ یہی بات آتما کے محل کے بارے میں بھی سچ اُترتی ہے۔ جس طرح اینٹ
پر اینٹ چننے سے مکان بنتا ہے۔ اسی طرح پونیہ... پر پونیہ وچار۔ پچھلے کرم پر پچھلا
کرم چننے سے پوتر جیون روپی محل تیار ہوتا ہے۔ سرگرمی۔ خبرداری اور
کوشش کے ذریعے انسان روحانی ترقی کر سکتا ہے۔ روحانی ترقی نہ تو بنا
کوشش کے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور نہ اس کی بھیک ہی مل سکتی ہے

جب انسان اپنی آتما کے حقیقی سوروپ کو پہچان جاتا ہے۔ تب اس کو
ایسی طاقت حاصل ہو جاتی ہے جس کے ذریعہ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اس
کو ہر ایک چیز کا حقیقی گیان ہو جاتا ہے۔ اور اس کو اننت شانتی کی پراپتی ہوتی
ہے۔ جو سکھ کو پراپت کرنا چاہتا ہے۔ اس کو سکھ خود کھوجنا پڑے گا
اس کو ہر ایک بری واسنا کو ہر ایک بری عادت اور برے کرم کو چھوڑنا ہوگا۔

لوگ ایک دھرم کو چھوڑ کر دوسرے کو اختیار کرتے ہیں۔ اور دوسرے کو
چھوڑ کر تیسرے کو۔ اس طرح وہ مختلف دھرموں کی پناہ لیتے ہیں۔ مگر ان کو شانتی
نہیں ملتی۔ وہ دیش دیشانتروں میں پھرتے ہیں۔ مگر ان کو مایوسی کے سوا کچھ ہاتھ
نہیں آتا۔ وہ اپنے رہنے کے لئے سندر محل بنواتے ہیں۔ اور خوشنما باغ لگواتے

ہیں۔ مگر ان کو سکھ نہیں ملتا۔ جب تک انسان اپنے اندر ایشور کی کھوج کرکے اس پر نہیں چلتا۔ تب تک اسے اننت سکھ کی پراپتی نہیں ہوتی۔ اور جب اس کو اننت سکھ کی پراپتی ہو جاتی ہے۔ تب وہ اپنے سب بیرونی کاموں اور چیزوں میں اس سکھ کو انوبھو کر سکتا ہے۔

اگر کوئی آدمی شانتی کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو اسے شانت بھاؤ رکھنا چاہئے۔ اگر وہ پریم کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو اسے دوسروں پر پریم بھاؤ رکھنا چاہئے۔ اگر وہ دکھ سے بچنا چاہتا ہے۔ تو اسے دوسروں کو دکھ نہ دینا چاہئے۔ اگر انسان اپنی آتما کے اندر بیٹھ کر کھوج کرے۔ تو اسے وہاں پر آتمک اونتی کا بھی سامان مل سکتا ہے۔ یہی نہیں۔ بلکہ اسے وہاں پر آتم اونتی کا سب سے اونچا آدھار بھی مل سکتا ہے۔

انسان سنسار کو سدھارنے کی خواہ کتنی کوشش کرے۔ مگر وہ سنسار کا سدھار تب تک نہیں کر سکتا۔ جب تک پہلے وہ اپنا سدھار نہ کر لے۔ اس اصول کو ہر ایک آدمی کو اپنے دل میں نقش کر لینا چاہئے۔ پوتر پریم اور خود غرضی کے تیاگ کا اپدیش دینے سے اس وقت تک کچھ نہیں ہو سکتا۔ جب تک انسان ان باتوں کو خود اختیار نہ کرے۔

جو آدمی اپنے دل میں ایشور کو کھوج لیتا ہے۔ وہ ایشور کے بارے میں بحث و مباحثہ کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ اس کی زندگی ایشورمئی ہو جاتی ہے اور وہ سدا ایشور کرم ہی کرتا رہتا ہے۔

---

۲ - زمانہ حال کی اہمیت

زمانہ حال ہی حقیقی ہے۔ جو آدمی زمانہ حال میں کام کرنا جانتا ہے۔ وہ نہ تو زمانہ گذشتہ کی پرواہ کرتا ہے اور نہ مستقبل کے ہی آسرے رہتا ہے۔ وہ سدا کام کرتا رہتا ہے۔ جوں ہی کوئی لمحہ۔ کوئی دن یا کوئی سال گذر جاتا ہے توں ہی وہ ہمارے لئے خواب سا ہو جاتا ہے۔ اور یا تو وہ ہمارے دماغ سے بالکل ہی لوپ ہو جاتا ہے۔ یا اس کا سایہ محض ہمارے دماغ میں رہ جاتا ہے۔ پھر اس میں حقیقت یا اصلیت نہیں رہتی۔

ماضی اور مستقبل کے زمانے خواب کی مانند سچے نہیں ہیں۔ حقیقت یا اصلیت صرف زمانہ حال میں ہی ہے۔ سب نعمتوں اور طاقتوں کی پراپتی زمانہ حال میں ہی ہو سکتی ہے۔ جو آدمی ...... زمانہ حال میں یعنی اب کام نہیں کرتا۔ وہ اپنا بڑا بھاری نقصان کرتا ہے۔ یہ سوچنا کہ اگر ہم چاہتے تو ہم زمانہ گذشتہ میں بہت کچھ کر ڈالتے یا مستقبل میں کام کرنے کے خواب دیکھنا موہ کہلاتا ہے مگر زمانہ ماضی کی پشیمانی اور مستقبل کے خوابوں کو چھوڑ کر اب کام کرنا بھلائی ہے۔

جو آدمی گذرے ہوئے یا آئندہ زمانہ پر بچار کرتا ہے۔ وہ زمانہ حال کو نشٹ یا ضائع کرتا ہے۔ وہ زمانہ حال میں کچھ نہیں کر سکتا۔ سب کام صرف زمانہ حال میں ہی ہو سکتے ہیں۔ جس آدمی میں سمجھ اور عقل نہیں ہے۔ اور جو بے حقیقت بات کو حقیقی سمجھتا ہے۔ وہی اس طرح کہتا ہے۔ اگر میں نے پچھلے ہفتے میں پچھلے مہینے یا پچھلے سال فلاں کام کیا ہوتا۔ تو مجھے آج اس کا اچھا ثمر ملتا۔ یا

میں جانتا ہوں۔ کہ میرا سب سے زیادہ کلیان کس بات میں ہو سکتا ہے۔ اور
میں اس کام کو کل کرونگا۔ خود غرض لوگ زمانہ حال کی اہمیت اور قدر و قیمت
کو نہیں سمجھ سکتے۔ اور یہ نہیں جان سکتے۔ کہ زمانہ حال ہی حقیقی چیز ہے۔ اور
ماضی اور مستقبل صرف اس کے بے حقیقت عکس ہیں۔ یہ کہنے میں کچھ مبالغہ
نہ ہوگا۔ کہ ماضی اور مستقبل کی ہستی صرف اتنی ہے۔ کہ وہ سایہ ہیں۔ اور
زمانہ گذشتہ کی باتوں پر پشیمان ہوتے ہیں یا مستقبل کی خود غرضانہ کلپناؤں
میں اپنی زندگی کو بسر کرنا زندگی کی حقیقت کو جو زمانہ حال میں ہے کھو دینا
ہے۔ موجودہ وقت پر ہی انسان بھروسہ رکھ سکتا ہے۔ اس وقت کو بڑی
سرگرمی کے ساتھ استعمال میں لا کر ہم کو اپنا کلیان کرنا چاہئے۔

اس وقت ہی انسان میں سب کچھ شکتی موجود ہے۔ مگر وہ یہ بات نہیں
جانتا۔ اور کہتا ہے۔ کہ میں اگلے سال یا اتنے سالوں میں یا اتنے جنموں میں
بے عیب ہو جاؤنگا۔ مگر جو لوگ ایشور کے دھام میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور
زمانہ حال کی اہمیت کو جانتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ "میں اب نردوش
ہوں" وہ زمانہ حال میں نہ تو کوئی پاپ کرم کرتے ہیں۔ اور نہ اپنے دوار
میں ناپاکی آنے دیتے ہیں۔ نہ وہ مڑ کر زمانہ ماضی کو دیکھتے ہیں۔ اور نہ مستقبل
پر نگاہ ڈالتے ہیں۔ اس لئے وہ ہمیشہ پرمانند سکھی بنے رہتے ہیں۔

اپنا یہ اصول بنالو

کہ "میں اپنے آدرش کے مطابق ابھی سے چلونگا" "میں ان ترغیبات
کی طرف دھیان تک نہ دونگا۔ جو مجھے میرے آدرش سے گرانا چاہتے ہیں
میں اپنے آدرش پر درڑھ رہونگا" اس طرح درڑھ پرتگیا کر لینے سے

اور اس اصول کے مطابق چلنے سے تم پاپ تمناؤں سے ہین رہو گے۔ اور تم سدا
ستیہ پر اٹل رہو گے۔

بھوشیہ یا مستقبل کا سہارا کبھی نہ ڈھونڈو۔ اور اپنی سوبھاؤ کو اور ایشور بھکتی
کو اب ہی پرگٹ کرو۔ تم مستقبل میں جو کچھ بننے کی خواہش رکھتے ہو یا امید
کرتے ہو۔ وہی تم اب بن سکتے ہو۔ چونکہ تم آتمک اونتی کے کام کو
سدا ٹالتے رہتے ہو۔ اس لئے تم سدھی پراپت نہیں کر سکتے۔ یاد رکھو کہ
چونکہ تم میں ٹالنے کی طاقت ہے۔ اس لئے تم میں سدھی پراپت کرنے کی
بھی شکتی ہے۔ اگر تم اس اصول کو دل پر بٹھا لو۔ تو تم آج ہی اپنے آدرش
پر پہنچ سکتے ہو۔ اور پھر کبھی متزلزل نہیں ہو سکتے۔

سداچار یا نیک چلنی کا مطلب یہ ہے۔ کہ انسان ہر روز اپنی پاپ
واسناؤں کا سامنا کرتا رہے۔ اور ان کو ابھرنے نہ دے۔ مگر پوترتا
کا یہ مطلب ہے۔ کہ انسان پاپ کی طرف نگاہ بھی نہ ڈالے۔ اور اسے
نسیان کے گڑھے میں ڈال دے۔ جس سے اس کا وہیں پر خاتمہ ہو جائے
اور یہ بات صرف زمانہ حال میں ہی ہو سکتی ہے۔ اپنی آتما سے یہ مت کہو
کہ تم کل زیادہ پوتر ہو جاؤ گی۔ بلکہ اس سے یہ کہو۔ کہ تم ابھی پوتر ہو جاؤ گی۔
کل کے بھروسے پر کام نہیں ہو سکتا۔ اور جس آدمی کو مستقبل پر اعتقاد ہے
اسے متواتر ناکامی حاصل ہوتی رہے گی۔ اور وہ آج پاپ میں پھنسا رہیگا
کیا تم کل اپنے معراج سے گر گئے تھے؟ کیا تم نے کل کوئی گھور پاپ
کیا تھا؟ اگر ایسا ہے۔ تو اس پاپ کرم کو فوراً ہی ترک کر دو۔ اور اب پاپ
مت کرو۔ تم تو اپنے پچھلے پاپوں پر پشیمان ہوتے رہتے ہو۔ مگر اس وقت زمانہ
حال میں تمہاری آتما کا پاپ سے تعلق ہو جاتا ہے۔ کیونکہ تم اس وقت اپنی

آتما کی رکھشا میں مستعد نہیں ہوتے۔ زمانہ ماضی تو گذر چکا۔ اب اس میں سدھار نہیں ہو سکتا۔ اس لیے تمہارا کلیان ماضی کی باتوں پر پشچاتاپ کرنے سے نہیں۔ بلکہ زمانہ حال کی باتوں کو سدھارنے سے ہو سکتا ہے۔

جو مورکھ زمانہ حال میں کام (کوشش) کے سنہری موقعہ کو چھوڑ کر ٹالی مٹول کے برے راستے کو اختیار کرتا ہے۔ وہ اس طرح کہتا ہے۔ "میں کل جلدی اٹھونگا۔ میں کل اپنے قرض سے سبکدوش ہو جاؤنگا۔ میں اپنی خواہشات کو کل عملی شکل میں تبدیل کرونگا" مگر وہ عقلمند آدمی جو زمانہ حال کی اہمیت کو سمجھتا ہے۔ آج ہی جلدی اٹھتا ہے۔ آج ہی قرض ادا کر دیتا ہے۔ اور اپنی خواہشات کو آج ہی عملی شکل میں بدل دیتا ہے۔ اس لئے بل شانتی اور کامیابی ہمیشہ اس کے ساتھ رہتی ہے۔

جو کام اب کیا گیا ہے۔ وہ کبھی نہیں مٹ سکتا۔ مگر جو کام کل کیا جانا رہے۔ وہ ممکن ہے کبھی نہ ہو۔ عقلمندی اس بات میں ہے کہ جو وقت ابھی نہیں آیا۔ اس کا دھیان چھوڑ دیا جاوے۔ اور جو وقت اب ملا ہے۔ اس پر دھیان کیا جاوے اور اس کا استعمال ایسی یکسوئی اور اٹل ارادہ سے کیا جاوے۔ کہ ہم کو اس کے بارے میں پھر کبھی پشچاتاپ کرنے کا موقع نہ ملے۔

جب خود غرضی کے بادل انسان کی گیان کی آنکھوں کو ڈھک لیتے ہیں۔ تب وہ کہتا ہے۔ کہ "میں فلاں دن پیدا ہوا تھا۔ اب میری عمر اتنی ہو گئی اور میری قسمت میں جس دن مرنا لکھا ہے۔ اس دن میں مر جاؤنگا۔ مگر وہ نہ تو پیدا ہوا تھا۔ اور نہ وہ مر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ چیز امر ہے۔ اور ہمیشہ قائم رہنے والی اور انت کال تک رہے گی۔ اس کا جنم مرن کیسے ہو سکتا ہے

اگر انسان اپنے بھرم کو دور کر دے۔ تو اُسے معلوم ہو جائے گا۔ کہ ہمارے
جسم کا جنم اور مرن ہمارے سفر کی گھاٹیاں ہیں۔ نہ کہ اس کا شروع اور اختتام
جب انسان یہ سوچتا ہے۔ کہ فلاں کام کا آغاز بڑا سکھ مئے ہوگا
اور مستقبل میں اس کا خاتمہ دکھدائی ہوگا۔ تب اس کی آنکھیں اندھی ہو
جاتی ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے امرپن کو نہیں دیکھ سکتا۔ اس کے
کان بند ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ سکھ کی میٹھی تان نہیں سُن
سکتا۔ اور اس کا دل پتھر سا ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ شانتی کی تان
کو سنکر بھی ہلتا جلتا نہیں۔

یہ دنیا اور اس کی سب چیزیں زمانہ حال میں موجود ہیں۔ اپنا ہاتھ بڑھاؤ
اور وہ دیوئی پھلوں کو حاصل کرلو۔ سنگرام (جدوجہد) کا باعث
دکھ ہے۔ شوک جس کا کارن خود غرضی یا موہ ہے اور پشیمانی کہ جس کا
کارن موہ رکھتا ہے۔ تلانجلی دے دو۔ اور پوتر جیون بسر کرنے پر سنتوش
کرو۔ "اب" کام کرو۔ تو ایسا معلوم ہوگا۔ کہ تمہارے سب کام ہو گئے
اپنی زندگی اب پوتر بنالو۔ تو تم کو پورن سکھ کا احساس ہونے لگیگا۔
اپنا شدھاتما اب کرو۔ تو تم کو انوبھو ہوگا۔ کہ ہم نردوش [illegible]

۳- قدرتی سادگی

زندگی سادہ ہے۔ سنسار بھی سادہ ہے۔ اس میں پیچیدگی اگیان اور موہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ مایا کا پردہ ہٹ جانے سے برہمانڈ میں جو سادگی دکھائی دیتی ہے۔ وہی قدرتی سرلتا یا سادگی ہے۔ جب انسان اپنے ہی بنائے بھرم جال میں سے ہو کر سنسار کو دیکھتا ہے۔ تب اُسے اس میں بڑی بھاری پیچیدگی اور الجھنیں دکھائی دیتی ہیں۔ اگر انسان اہنکار کو تلانجلی دے دے۔ تو اُسے سنسار کی قدرتی سادگی کا حسن دکھائی دے سکتا ہے۔ انسان جو "میں" کی بھاونا بھری ہوئی ہے۔ اگر وہ اس کو دُور کر دے۔ تو اس کے سارے بھرم دُور ہو جائینگے۔ وہ پھر ایک چھوٹا بالک بن جائے گا۔ اور اس میں قدرتی سادگی آ جائیگی جب انسان ممتا کو بالکل بھول جاتا ہے۔ تب وہ ایک آئینہ بن جاتا ہے جس میں سنسار کا حقیقی رُوپ جھلکنے لگتا ہے۔ اس کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ اس کا بھرم دُور ہو جاتا ہے۔ اور اس کو ستیہ کا گیان ہو جاتا ہے۔ جس طرح ایک کا ہندسہ سبھی ہندسوں کا آدھار ہے۔ اسی طرح برہمانڈ میں حقیقت ایک ہی ہے۔

اگر انسان یکطرفہ زندگی کو چھوڑ کر ہمہ صفت موصوف زندگی بسر کرے تو اس کو قدرتی سادگی کے درشن ہونگے۔ ایک انگ میں سب انگ کیسے سما سکتے ہیں۔ مگر سب انگوں میں ایک انگ با آسانی سما سکتا ہے۔ پاپی پُن کو کیسے دیکھ سکتا ہے۔ مگر پُن آتما بڑی آسانی سے پاپ کو سمجھ سکتا ہے۔ جو آدمی بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے اُسکا دستور ذہن کو تیاگ دینا چاہئے۔ اکیلے سُور

کو ہوا بھول جاتے ہیں۔ مگر وہ سارے راگ کے اندر سمایا رہتا ہے۔ اسی
طرح جو آدمی اپنے آپ کو انسانی قوم کے پریم میں بھلا دیتا ہے۔ وہی کرشن
کے گیت کو سن سکتا ہے جس طرح پانی کی بوند ساگر میں لین ہو کر بڑا بھاری
اُپکار کرتی ہے۔ اسی طرح جو آدمی دوسروں کے پریم میں لین ہو جاتا ہے
وہ پرمیشور کا بھاگی بنتا ہے۔ اور اُس سکھ ساگر کا ایک انگ بن جاتا ہے

جب انسان یہ جان لیتا ہے۔ کہ اپنی آتما کا گیان حاصل کئے بنا سنسار
کا گیان حاصل کرنا ناممکن ہے۔ تب وہ اس مارگ پر چلتا ہے۔ جو اُسے ترقی
سادگی کی طرف لے جاتا ہے۔ جوں جوں وہ اپنے اندر کی چھان بین کرتا جاتا
ہے۔ توں توں اُسے سنسار کا گیان ہوتا جاتا ہے۔

پرمیشور کے بارے میں بحث مباحثہ کرنا چھوڑ دو۔ اور اپنے اندر
عالمگیر پریم کی بیل کی کھوج کرو۔ ایسا کرنے سے تم کو بحث مباحثے کی بے
فائدگی معلوم ہو جائے گی۔ اور تم اپنے آپ کو جان کر پرمیشور کو جان جاؤ گے

جب تک انسان اپنی بُری واسناؤں کو لوبھ۔ کرودھ وغیرہ کو اور
مختلف امور پر اپنی رائے قائم کرنے کو نہیں چھوڑتا۔ وہ نہ تو کچھ دیکھ سکتا
ہے اور نہ کچھ جان سکتا ہے۔ خواہ وہ علم کالجوں میں بڑا عالم فاضل سمجھا جائے
مگر وہ عقل کے کالج میں کم عقل ہی گنا جائے گا۔

جو آدمی گیان کی کنجی کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اُسے اس کنجی کو ڈھونڈھنا
پڑے گا۔ تمہارے پاپ اور تم۔ یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ تمہارے پاپ
تمہارے انگ (اجزاء) بھی نہیں ہیں۔ تمہارے پاپ ایسے روگ ہیں جن
سے تم پریم کرنے لگے ہو۔ اگر تم پاپوں سے الگ ہو جاؤ۔ تو وہ کبھی تم سے
چمٹنا چھوڑ دیں گے۔ اگر تم اپنے پاپوں کو نکال دو۔ تو تم اپنی آتما کے

حقیقی سروپ کو دیکھ سکو گے۔ تب تم کو آتم گیان ہو جائے گا۔ تم یہ جان جاؤ گے۔ کہ ہمارے اندر کوئی اٹل سدھانت مخفی ہے۔ ہم امر ہیں۔ اور ہم ہیں اننت پوترتا ہے۔

اپوتر آدمی یہ سمجھتا ہے۔ کہ اپوترتا دنا پاکی ہی آتما کا نج سروپ ہے۔ مگر پوتر آدمی کو اپنی پوترتا کا گیان ہوتا ہے۔ اور وہ سب آدمیوں کی پوتردشا کو بھی دیکھ سکتا ہے۔ کیونکہ اس کی نگاہ دوسروں کے پاپ روپی پردوں کو پھاڑ دیتی ہے۔ پوتر آدمی کی باتیں اتنی سادہ ہوتی ہیں۔ کہ انہیں اپنی پوترتا کے ثبوت میں بحث کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ مگر اپوتر آدمیوں کی باتیں اتنی پیچیدہ ہوتی ہیں۔ کہ انہیں اپنی رکھشا کے لئے کئی دلیلیں دینی پڑتی ہیں۔

ستیہ آتما کا ذاتی سروپ ہے

جو آدمی ستیہ کے سدھانت پر چلتا ہے۔ اس کی زندگی ہی اس کی پاکیزگی کا ثبوت ہو جاتی ہے۔ وہ نہ تو کسی سے بحث مباحثہ کرتا ہے۔ اور نہ بک بک کرتا ہے۔ بلکہ اپنے سدھانت کو سدا اپنے کاموں کے ذریعے پرگٹ کرتا رہتا ہے

قدرتی سادگی اتنی سرل ہے۔ کہ اس کو انسان اس وقت تک نہیں دیکھ سکتا۔ جب تک وہ ساری باتوں سے اپنا تعلق قطع نہ کر لے۔ محراب اس لئے مضبوط ہوتی ہے۔ کہ اس کے نیچے خالی جگہ ہوتی ہے۔ اسی طرح بدھیمان آدمی اپنے آپ کو خالی کر دینے سے (خود پرستی کے نکال دینے سے) طاقت ور اور فاتح ہو جاتا ہے۔

حلیمی ۔ صبوری ۔ پریم (محبت) اور بدھیمتا (دانائی) یہ قدرتی سادگی کے پردھان انگ ہیں ۔ اس لئے علیبی لوگ قدرتی سادگی کو نہیں سمجھ سکتے جن آدمیوں میں بدھیمتا ہے ۔ وہی بدھیمتا کو سمجھ سکتے ہیں ۔ اس لئے مورکھ کہتے ہیں ۔ کہ کوئی آدمی بدھیمان نہیں ہے عیبی لوگ کہتے ہیں ۔ کہ کوئی آدمی نردوش (بےعیب) نہیں ہو سکتا ۔ اور اس لئے وہ عیب دار ہی بنے رہتے ہیں ۔ خواہ کوئی عیبی آدمی زندگی بھر کسی بےعیب آدمی کے ساتھ رہے مگر پھر بھی وہ اس کی بےعیبی (پاکیزگی) کو نہ دیکھ سکے گا ۔ وہ اس کی بڑی حلیمی) کو بزدلی سمجھے گا ۔ اور سنتوش ۔ پریم اور دیا بھاو کو کمزوری سمجھے گا ۔ بدھیمتا اسے مورکھتا دکھائی دیگی ۔ جو لوگ بالکل بےعیب ہو گئے ہیں وہی ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر سکتے ہیں ۔ اس لئے جب تک آدمی خود بےعیب نہ ہو جائے ۔ تب تک اُسے اپنا (منتویہ) ستھر نہ کرنا چاہیئے ۔

جب انسان قدرتی سادگی کو حاصل کر لیتا ہے ۔ تب اس کے آگے اگیان کا پردہ ہٹ جاتا ہے ۔ اور وہ سب چیزوں میں حقیقی سروپ کو دیکھنے لگتا ہے ۔ جو آدمی نج سروپ کو پہچان جاتا ہے ۔ وہ سنسار کے حقیقی سروپ کو بھی جان جاتا ہے ۔ جو آدمی اپنے دل کو پوتر کر لیتا ہے ۔ وہ دوسروں کے دلوں کی باتوں کو بھی جان جاتا ہے ۔ اور جو آدمی اپنے خیالات پر قابو پا جاتا ہے ۔ وہ دوسروں کے خیالات کو بھی جان جاتا ہے ۔ اس لئے جو آدمی پوتر ہے ۔ اُسے اپنے پکش کی تائید نہیں کرنی پڑتی ۔ بلکہ وہ دوسروں کے خیالات کو اپنے خیالات کے مطابق کر لیتا ہے ۔

جب انسان پوتر ہو جاتا ہے ۔ تب اس کے سامنے سب اُلجھنیں دور ہو جاتی ہیں ۔ اس لئے پوتر آتما کو "بھرم ناشک" کہا جاتا ہے بیابیہ

نہیں رہتا. تب کونسی الجھن انسان کو ستا سکتی ہے؟ اُن آدمیوں پر
بڑا ترس آتا ہے۔ جو زندگی کی گھور جدوجہد میں یدھ کر رہے ہیں۔ اور
آرام نہیں لیتے۔ وہ اس پوترتا کی کھوج کیوں نہیں کرتے۔ جو اُن کے
اندر چھپی ہوئی ہے۔ اور اس کو اپنی زندگی کا سدھانت کیوں نہیں بناتے؟
جو آدمی پوترتا کو کھوج نکالے گا۔ وہ مایا روپی پردوں کو ہٹا کر سنتوش یوگ
شانتی اور سکھ کے دھام میں داخل ہو سکے گا۔ کیونکہ پوترتا اور قدرتی راہ
دونو ایک ہی چیز ہیں

۴- اکھشے بدھیمان (لازول دانش)

انسان کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے مال۔ اپنے جسم۔ اپنی حالتوں کو دوسروں کی
راؤں اور اُن کے بیوپار سے اپنے آپ کو بڑھ کر سمجھے۔ جب تک وہ ایسا نہ
سمجھے گا۔ تب تک وہ بلوان اور مضبوط نہیں ہو سکتا۔ اس کو اپنی خواہشوں اور
راؤں سے بھی اپنے آپ کو بڑھ کر سمجھنا چاہیئے۔ جو آدمی ایسا نہیں سمجھتا۔
اس کی گنتی بدھیمانوں میں نہیں ہو سکتی۔

جو آدمی اپنے آپ اور اپنی جائیداد میں کچھ بھید نہیں سمجھتا۔ وہ اپنی جائیداد
کے نشٹ ہو جانے پر یہ سمجھتا ہے۔ کہ میرا سب کچھ نشٹ ہو گیا۔ جو آدمی اپنے
آپ کو اپنے خیالات کا غلام سمجھتا ہے۔ وہ اپنی بیرونی حالت کے ساتھ ساتھ
بدلتا رہتا ہے۔ اسی طرح جو آدمی دوسروں کی تعریف کو اپنی زندگی کا مقصد

بنالیتا ہے۔ وہ بہت دکھی رہتا ہے۔ اور اُسے بہت دُکھ اُٹھانا پڑتا ہے۔
اپنے آپ کو ہر ایک بیرونی چیز سے الگ کر لینے اور اپنی اندرونی ست ورتی کے مطابق چلنے کو کھشٹے بدھیمتا یا لازوال دانش کہتے ہیں۔ جن آدمیوں کے پاس ایسی دانش ہے۔ ان کی حالت امیری اور غریبی دونوں حالتوں میں ایک سی رہتی ہے۔ نہ تو امیری ان کے بل کو بڑھا سکتی اور نہ غریبی ان کی شانتی کو بھنگ کر سکتی ہے۔ جس آدمی نے اپنے اندرونی دشمنوں کو دور کر دیا ہے۔ اُسے امیری دوشٹ (برا) نہیں کر سکتی۔ اسی طرح غریبی اس آدمی کو نیچے نہیں گرا سکتی جس نے اپنی آتما کو نیچے گرانا چھوڑ دیا ہے۔
جو لوگ کسی بیرونی بات حالت یا واقعہ کا داس نہیں بنتے اور اُن باتوں اور واقعات کو اپنے لئے مفید اور نصیحت آموز سمجھتے ہیں وہی بدھیمان ہیں۔ جو آدمی بدھیمان ہیں۔ وہ سب حالتوں اور واقعات کو کلیان کاری سمجھتے ہیں۔ اور چونکہ ان کی رغبت پاپ کی طرف نہیں ہوتی۔ اس لئے اُن کی بدھیمتا ہر روز بڑھتی جاتی ہے۔
وہ سب باتوں سے کچھ نہ کچھ کام نکالتے ہیں۔ اور اُن کو اپنے مطابق بنا لیتے ہیں۔ اور اُن کو اپنی غلطیاں فوراً معلوم ہو جاتی ہیں۔ اور وہ اُن سے زیادہ سے زیادہ سبق حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ پرماتما کے حکم کے مطابق چلنے سے بھولیں اور غلطیاں نہیں ہو سکتیں اسلئے وہ بہت جلد تکمیل کے درجہ کو حاصل کر لیتے ہیں۔ کسی چیز یا آدمی کو دیکھ کر اُن کے من میں موہ پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اس سے شکشا گرہن کرتے ہیں۔ وہ کسی سے پریم کی بھیک نہیں مانگتے۔ بلکہ خود سب سے پریم رکھتے ہیں۔ جو آدمی داتا ان فتلما ہوئے بغیر ہی شکشا گرہن کر سکتا ہے۔ یا جو دوسروں کے ذریعے پیار نہ کئے جانے پر بھی اُن کے لئے پریم پرگٹ کرتا ہے۔ اس میں اکھشٹے (لازوال) شکتی

ہے۔ جو آدمی اپنے دل میں یہ کہتا ہے۔ کہ میں سب آدمیوں کو شکشا دونگا
اور خود کسی سے شکشا گرہن نہ کرونگا۔ وہ نہ تو دوسروں کو شکشا دے سکتا
ہے۔ اور نہ اُن سے خود شکشا گرہن کر سکتا ہے۔ جب تک وہ ایسا وچار
رکھے گا تب تک وہ مورکھ بنا رہے گا۔
انسان کو سمپورن بل (مکمل طاقت) بدھیمتا (دانش) شکتی اور گیان اپنے
اندر مل سکتا ہے۔ مگر اُسے یہ باتیں اہنکار میں نہیں مل سکتیں۔ وہ ان باتوں
کو آگیا پالن۔ حلیمی اور شکشا گرہن کرنے کی خواہش کے ذریعے حاصل کر سکتا ہے
اس کو ایشور کی آگیا کا پالن کرنا چاہیئے۔ اور بھوگ ولاس میں مگن نہ ہونا
چاہیئے۔ جو آدمی اہنکار کو اپنی زندگی کا آدھار بنائے گا۔ اور دوسروں
سے اور اپنے انوبھو سے شکشا گرہن نہ کرے گا۔ وہ ضرور ہی اپنا سب
کچھ ناش کرے گا۔ نہیں نہیں۔ بلکہ اہنکار کا وچار دل میں آتے ہی اس
کا سرو ناش ہو جاتا ہے۔ ایک بار ایک مہاتما نے اپنے چیلوں سے کہا تھا۔
کہ میرے چیلوں میں سے جو چیلے اپنے مارگ کو آپ کھوج سکینگے۔ صرف اپنے
بھروسے پر کام کرینگے۔ اور دوسروں کی مدد کو نہ ٹٹولینگے۔ بلکہ ہمیشہ سچائی پر
ڈٹے رہینگے۔ سچائی کو ہی اپنا رہنما مانیں گے۔ سچائی کے ذریعے مکتی کو حاصل
کرنے کی امید رکھینگے۔ وہی روحانی ترقی کی سب سے اونچی سیڑھی پر پہنچ
سکینگے۔ مگر ان میں شکشا گرہن کرنے کی خواہش ضرور ہونی چاہیئے۔
بدھیمان پرش شکشا گرہن کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ مگر
وہ شکشا دینے کے لئے مشتاق نہیں رہتے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ سچا
گورو ہر ایک آدمی کے دل میں ہے۔ اور وہ آخر کار ہر ایک آدمی کو مل
ملے گا۔ مورکھ اہنکار سے مغلوب ہو کر دوسروں کو شکشا دینے کے بڑے

مشتاق رہتے ہیں۔ مگر شکشا گرہن کرنے (نصیحت لینے) کے مشتاق نہیں ہوتے
وُہ اپنے دل میں اس دھرم گورو کو نہیں کھوجتے۔ جو رُدنے پورک اُپدیش
گرہن کرنے والی بُدھیمتا کی شکشا دیتا ہے۔ اپنے آپ پر اختیار رکھنا سیکھو
مگر اپنی خودداری کو خود غرضانہ مت ہونے دو۔ مورکھتا اور بُدھیمتا۔ نربلتا
اور بل کا نواس انسان کے اندر ہے۔ یہ باتیں نہ تو کسی بیرونی چیز میں قائم ہیں
ہیں۔ اور نہ ان کی پیدائش کسی بیرونی کارن سے ہوتی ہے۔ جو آدمی بلوان
ہونا چاہتا ہے۔ اُسے خود بل حاصل کرنا چاہیئے۔ اسی طرح جو آدمی اپنے
اوپر اقتدار حاصل کرنا چاہتا ہے اُسے یہ کام خود کرنا چاہیئے۔ تم دوسروں
سے نصیحت یا سبق حاصل کر سکتے ہو۔ مگر۔

تم کو اپنا سُدھار آپ ہی کرنا پڑے گا

بیرونی سہاروں کو چھوڑ دو۔ اور سچائی کے اوپر بھروسہ کرو۔ جو تمہارے
اندر ہے۔ پر لوبھن کے وقت کوئی دھرم انسان کی رکشا نہیں کر سکتا۔ ایسے
وقت میں انسان کو اس اندرونی گیان کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو پرلوبھن کا
گلہ گھونٹ دیتا ہے۔ مصیبت کے وقت منطق یا فلاسفی سے کچھ کام نہیں
نکلتا۔ ایسے وقت میں انسان میں وہ اندرونی دانش ہونی چاہیئے۔ جو سب
رنج و شوک کا خاتمہ کر دیتی ہے۔

دنیا کے سب دھرموں کا مقصد انسان کو شرافت سکھاتا ہے مگر سادھو تا
(شرافت) سب دھرموں سے جُدا ہے۔ اسی طرح بُدھیمتا جس کا پرچار کرنا علم
منطق یا فلاسفی کا مقصد ہے۔ .... منطق یا فلاسفی
سے جُدا ہے۔ اپنے دماغ میں پوتر خیالات کو سدا جگہ دیتے رہنے سے

اور نیک کرم کرنے سے ہی لازوال دانش کی پراپتی ہو سکتی ہے۔

انسان خواہ جس حالت میں ہو۔ مگر وہ ہمیشہ سچائی کی شاہراہ کو کھوج سکتا ہے۔ اور اس شاہراہ کو کھوجنے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ وہ اپنی موجودہ حالت کا ایسا ٹھیک استعمال کرے۔ کہ وہ بلوان اور بدھیمان ہو جائے۔ انعام کی خواہش اور سزا کے ڈر کو سدا کے لئے ترک کر دو۔ اور اپنے آپ کو نیز اپنی عیش پرستی کو بھول کر بل۔ پوترتا اور خود انحصاری کو حاصل کرو۔ اور اپنے سب فرائض کے ادا کرنے میں بخوشی مستعد رہو۔ اسی طرح کام کرنے سے لازوال بدھیمتا اور دیوی سنتوش اور بل کی پراپتی ضرور ہوگی۔ انسان خواہ کسی حالت ہو۔ مگر اس کے فرائض اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ تمہارا معراج تمہاری موجودہ حالت میں ہے۔ اور کسی جگہ نہیں ہے۔ اپنا سدھار آپ کرو اور اپنے آپ کو اپنے معراج کے مطابق بناؤ۔ وہ معراج تمہارے ہی اندر ہے۔ اور رکاوٹ بھی تمہارے ہی اندر ہے۔ تمہاری موجودہ حالت میں ہی وہ سامان موجود ہے۔ جس میں سے تم اپنے معراج کو گھڑ سکتے ہیں۔ تم اپنی موجودہ حالت کی شکایت کرتے ہو۔ اور دیوتاؤں سے پرارتھنا کرتے ہو۔ کہ ہم کو دھن ایشور یہ دو۔ مگر یہ عبث ہے۔ یاد رکھو۔ کہ تم کو جس چیز کی تلاش ہے۔ وہ تمہارے اندر پہلے سے ہی موجود ہے۔ اور اب بھی ہے۔ مگر اس کے دیکھنے کے لئے آنکھیں چاہئیں۔

سکھ تمہارے اندر ہے۔ نہ کہ تمہارے پڑوسی کے دھن میں۔ کیا تم غریب ہو۔ اگر تم اتنے بلوان نہیں ہو۔ کہ تم اپنی کمزوری کو نظر انداز کر سکو۔ تب تم ضرور ہی غریب ہو۔ کیا تم کو مصیبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ کیا تم اپنی مصائب کو چنتا کے ذریعے دور کرنا چاہتے ہو۔ کیا تم ٹوٹے ہوئے برتن

کو دور کر چھوڑ سکتے ہو۔ یا کسی کھوئے ہوئے موقعے کو ہاتھ مل مل کر اور پچھتاوے کے ذریعے حاصل کر سکتے ہو؟ اگر تم کسی دکھ کا جو جسمانی کے ساتھ مقابلہ کرو تو یہ ناممکن ہے۔ کہ وہ دُور نہ ہو۔ جو آتما موکشش مارگ پر چل رہی ہے۔ وہ ماضی حال اور مستقبل کی باتوں پر رنج نہیں کرتی۔ بلکہ وہ ہمیشہ دیئوی شکتی کو کھوجتی ہے۔ اور ہر ایک واقعہ سے عقلمندی کا سبق حاصل کرتی ہے۔

خوف خود غرضی کا سایہ ہے۔ اور وہ پریم اور بدھیمنا کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔ شوک۔ چنتا اور دکھ کا تو اس خود غرضی کے ادنےٰ لوک ہیں ہے اور یہ باتیں اس آدمی کو دُکھ نہیں دے سکتیں۔ جو رُدحانی ترقی کے اونچے بام پر پہنچ گیا ہے۔ جس آدمی نے زندگی کے حقیقی تتو کو سمجھ لیا ہے اس سے شوک بھی دُور رہتا ہے۔ وہ آدمی زندگی کو پریم میں (محبت مجسم) پاتا ہے۔ اور چونکہ سب سے پریم کرتا ہے۔ اور اس کا دماغ نفرت اور مود کھتا سے چھٹکارہ پا جاتا ہے۔ اس لئے وہ پریم کے آشرم میں پہنچ جاتا ہے۔ جہاں وہ محفوظ رہتا ہے۔ چونکہ وہ کسی چیز کو اپنی نہیں سمجھتا اس لئے وہ نقصان نہیں اٹھاتا۔ چونکہ وہ بھوگ ولاس کی کھوج میں نہیں رہتا۔ اس لئے اُسے شوک منانے اور رنج کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ اور چونکہ وہ اپنی سب طاقتوں کو دوسروں کی سیوا میں لگا دیتا ہے۔ اس لئے وہ سدا سکھی رہتا ہے

ان باتوں کو اچھی طرح یاد رکھو

اپنے آپ کا سدھار یا بگاڑ کرنا تمہارے ہی ہاتھ میں ہے۔ تم کو بھلا یا بُرا پھل اپنے ہی کرموں کی وجہ سے ملتا ہے۔ اگر تم غلام بننا چاہتے ہو

تو تم غلام بنے رہو گے۔ اگر تم اپنے آپ کو مالک بناؤ گے۔ تو تم مالک بن جاؤ گے۔ اگر تم اپنی زندگی کی عمارت اپنی حیوانی خواہشات اور مالکش سنکلپ وکلپوں پر کھڑی کرو گے۔ تو وہ عمارت بہت جلد ہی گر جائیگی لیکن اگر تم اس عمارت کو سداچار اور پاکیزگی کی بنیاد پر کھڑی کرو گے۔ تو کوئی طاقت اس کو نہ ہلا سکے گی۔

۵۔ وِنے شیلتا (منکسر المزاجی) کی طاقت

پہاڑ کو بڑی بڑی آندھیاں بھی نہیں ہلا سکتیں۔ مگر وہ پرندوں اور بھیڑوں کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو پناہ دیتا ہے۔ اور اگرچہ سب آدمی اس کو پاؤں تلے کچلتے ہیں۔ تو بھی وہ اُن کی رکھشا کرتا ہے اور انہیں اپنی چھاتی پر رکھتا ہے۔ یہی بات ونے شیل (منکسر المزاج) انسان کے بارے میں کہی جا سکتی ہے۔ اگرچہ اُسے کوئی دکھ نہیں پہنچا سکتا۔ تو بھی وہ دبا سے پسیج کر چھوٹے سے چھوٹے پرانی کی بھی رکھشا کرتا ہے۔ اور خواہ دوسرے لوگ اس سے نفرت کریں۔ مگر وہ سب آدمیوں کو روحانی ترقی کی طرف لے جاتا ہے اُن سے پریم کرتا ہے۔ اور اُن کی حفاظت کرتا ہے۔

جس طرح پہاڑ اپنی طاقت کی وجہ سے بڑا تیجوان معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح ایشور کا بھگت بھی اپنی انکساری (حلم) کی وجہ سے بڑا تیجسوی معلوم ہوتا ہے۔ اس کا دل بڑا اُدار ہوتا ہے اور وہ بنی نوع انسان کے لئے پریم پرگٹ کرتا ہے۔ جس طرح پہاڑ کے آدھے حصے میں گھاٹیاں اور گہرا ہوتا

ہوتا ہے۔ مگر اس کی چوٹی آکاش سے باتیں کرتی ہے۔ اور ساری چھوٹی چھوٹی ہل
سے دور رہتی ہے۔ اسی طرح اگرچہ ونے شیل آدمی کو اپنی زندگی میں
کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور کئی مصیبتیں جھیلنی پڑتی ہیں۔ تو
بھی اس کا مزاج بہت اونچا ہوتا ہے۔ اور سنسار کی جھنجھٹ اسے
ڈانواں ڈول (بے چین) نہیں کر سکتی ہے

جس نے ونے شیلتا (حلیمی) کا گن حاصل کر لیا ہے۔ اور پریم پد کو
پا گیا ہے۔ اس نے پرماتما کو پہچان لیا ہے۔ اور اس کو یہ گیان ہو گیا ہے
کہ مجھ میں بھی پرماتما کی مانند گن ہیں۔ وہ جان جاتا ہے کہ سب انسانوں
میں ایشوریہ گن (الٰہی صفات) موجود ہیں۔ مگر وہ لوگ ایسی نیند میں
پڑے ہوئے ہیں۔ کہ اپنے گنوں سے بالکل ناواقف ہیں۔ ونے شیلتا
(منکسر المزاجی) پرماتما کا گن ہے۔ اور اس لئے اس میں بڑی شکتی ہے
ونے شیل آدمی مقابلہ نہیں کرتا - اور اس لئے فتح حاصل کر لیتا ہے
... خود ہار ... کر وہ اپنے اوپر فتح حاصل کر لیتا ہے

جو آدمی اپنی طاقت سے دوسروں کے اوپر فتح حاصل کرتا ہے۔ وہ
بلوان ہے۔ مگر جو آدمی ونے شیلتا (حلیمی) کے ذریعے اپنے اوپر فتح حاصل
کرتا ہے وہ مہا بلوان ہے۔ جو آدمی زبردستی دوسرے کے اوپر فتح حاصل
کرتا ہے۔ وہ خود ہرایا جا سکتا ہے۔ مگر جو آدمی ونے شیلتا کے ذریعے
اپنے اوپر فتح حاصل کرتا ہے۔ وہ کبھی ہرایا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ انسانی
طاقتیں ایشوریہ طاقتوں پر فتح حاصل نہیں کر سکتیں۔ ونے شیل آدمی ہار
ہار کر فتح حاصل کرتا ہے۔ حقیقت یا اصلیت کو مٹایا نہیں جا سکتا۔ صرف
جھوٹی (بناوٹی) بات کا ناش ہوتا ہے۔ جب آدمی اپنے اندر اس تتو (اصلیت

کو کھوج لیتا ہے۔ جو لازوال اور غیر متبدل ہے۔ تب وہ حقیقی بات کو پا جاتا ہے۔ اور وِنے شیل ہو جاتا ہے۔ اس کے پاس مصائب آویں گی مگر اس کو دُکھ نہ پہنچا سکیں گی اور آخر کار ٹوٹ جائیں گی۔

انسان کی وِنے شیلتا کا پتہ مصیبت کے وقت لگتا ہے۔ مصیبت کے وقت، دوسرے آدمیوں کے پاؤں اکھڑ جاتے ہیں۔ مگر وہ چٹان سا ہے دوسرے آدمیوں کے غصہ یا کھٹ پات (ردو رعایت) کی وجہ سے نہ ادھیر (بے چین) نہیں ہوتا۔ اور جب وہ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ تب وہ نہ تو اُن سے لڑتا ہے۔ اور نہ ٹکار کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ دوسروں کی بُری باتیں مجھ کو نقصان نہیں پہنچا سکتیں کیونکہ میں نے بُری باتوں کو خود اپنے اندر سے نکال دیا ہے۔ وہ پاکیزگی کی غیر متبدل شکتی کی وجہ سے محفوظ رہتا ہے۔ پھر وِنے شیل آدمی نام کا بھوکا نہیں ہوتا۔ وہ نہ تو فخر کرتا ہے۔ اور نہ اپنی طاقتوں کو دوسروں کو جتلانا چاہتا ہے۔ وہ دوسروں کی تعریف کی پرواہ نہیں کرتا۔ خواہ کوئی دیکھے یا نہ دیکھے۔ وہ کبھی وِنے شیلتا کو ہاتھ سے نہیں دیتا۔ چونکہ وِنے شیلتا رُوحانی صفت ہے۔ اس لئے اس کو صرف اندرونی آنکھوں سے ہی دیکھا جا سکتا ہے۔ جن آدمیوں نے اپنی آتما کی اُونتی نہیں کی ہے۔ وہ نہ تو اُسے دیکھ سکتے ہیں۔ اور نہ اس سے پریم ہی کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ دُنیوی چمک دمک میں پھنس جاتے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے اندھے ہو جاتے ہیں۔ تواریخ میں بھی وِنے شیل آدمیوں کا نام نہیں آتا۔ تواریخ میں لڑائیوں اور انسانوں کی دنیوی ترقی کا ذکر آتا ہے! مگر وِنے شیل انسان شانتی (امن) اور شرافت کو ہی سب سے اعلےٰ سمجھتا ہے۔ تواریخ میں دُنیوی کاموں کا بیان ہوتا ہے۔ نہ کہ رُوحانی کاموں کا۔ اگرچہ وِنے

شیل انسان اندھکار میں رہتا ہے۔ تو بھی وہ چھپا نہیں رہتا۔ کیونکہ روشنی چھپی نہیں رہ سکتی۔ جب وہ دُنیا سے چل بستا ہے۔ تب بھی دُنیا میں اس کا پرکاش بنا رہتا ہے۔ اور دُنیا اس کی ستوتی کرتی رہتی ہے اور اس آدمی کے نام پر جس کو اس نے کبھی نہیں دیکھا۔ جان دیتی ہے۔
وِنے شیل آدمی ...کو اکثر لوگ لاپرواہی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس کی بُرائی کرتے ہیں۔ یا اس کی باتوں کو ٹھیک نہیں سمجھتے۔ مگر وہ اِن باتوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ اور اُن کو اتنا معمولی سمجھتا ہے۔ کہ وہ کبھی ان کی مخالفت نہیں کرتا۔ وہ جانتا ہے۔ کہ باتیں اس کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ اس لئے وہ ان آدمیوں کے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔ جو اس کے ساتھ بُرائی کرتے ہیں۔ وہ کسی کی مخالفت نہیں کرتا اور اس لئے سب پر فتح حاصل کر لیتا ہے۔

جو آدمی یہ سوچتا ہے کہ دوسرے مجھ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اور جو اُن سے اپنی رکھشا ہے۔ اور اُن کے سامنے اپنی باتوں کی تائید کرتا ہے۔ نہ وِنے شیلتا کا ارتھ نہیں سمجھتا۔ وُہ زندگی کے مدعا کو نہیں سمجھتا اس نے مجھ کو گالیاں دیں اور میرا اپمان کیا۔ اس نے مجھ کو مارا۔ اس نے مجھ کو ہرا دیا۔ اس نے مجھ کو لوٹ لیا" جو آدمی ایسے خیال اپنے دل میں لاتے ہیں۔ وہ دویش (بغض) کو نہیں چھوڑ سکتے۔ کیونکہ دویش کا بائیکاٹ تو پریم کے ذریعے ہوتا ہے۔ نہ کہ دویش کے ذریعے۔ تم کیوں کہتے ہو کہ ہمارے پڑوسی نے ہمارے بارے میں جھوٹی باتیں کہی ہیں۔ اس سے تمہارا کیا ہرج ہے؟ کیا جھوٹ سے تم کو نقصان پہنچ سکتا ہے جو بات جھوٹ ہے۔ اس کا خاتمہ وہیں پر ہو جاتا ہے وہ بے جان ہے

اور سوائے اس کے اور کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ جو اس سے نقصان پہنچنے کا خیال رکھتا ہے۔ اگر تمہارا پڑوسی تمہارے بارے میں جھوٹ کہتا ہے تو اس سے تمہارا کچھ ہرج نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر تم اس سے لڑو گے۔ یا اپنی بات کی صفائی دینا چاہو گے۔ تو تم کو نقصان پہنچیگا۔ اپنے دل سے بُری باتوں کو نکال ڈالو۔ اور تب تم کو معلوم ہوگا۔ کہ دوسروں کی بُری باتوں کی مخالفت کرنا کیسی مورکھتا ہے۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے۔ کہ اگر تم مخالفت نہ کرو گے تو دوسرے تم کو کچل دینگے؟ اگر تمہارا یہ خیال ہے۔ تو تم پہلے سے ہی اپنے آپ کو کچلا ہوا سمجھو۔ جس بُرائی کے موجب تم کو دوسرے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ اس کا باعث حقیقت میں تمہیں ہو کسی دوسرے آدمی کا خیال۔ بچن یا کرم تم کو تبھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ جب تم اس کی مخالفت کر کے اس میں جان ڈال دو۔ اور اس پر دھار کرو۔ اگر کوئی آدمی مجھ پہ جھوٹا کلنک لگا دے۔ تو یہ کام اس کا ہے۔ مجھے اس سے کیا سروکار؟ مجھے اپنی آتما کا سدھار کرنا ہے۔ نہ کہ دوسرے کی آتما کا۔ خواہ سارا سنسار مجھ پر جھوٹے عیب لگائے۔ مگر مجھے اس سے کچھ مطلب نہیں۔ میرا کام تو یہ ہے کہ میں اپنی آتما کو پوترتا اور پریم میں رکھوں۔ جب تک انسان اپنے آپ کو بے عیب ثابت کرنے کی کوشش نہ چھوڑینگے تب تک آپس کے جھگڑوں کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ چاہتے ہیں۔ کہ دُنیا میں جنگ و جدل کا خاتمہ ہو جائے۔ انہیں کسی طرف کا پکھش نہ لینا چاہئے۔ بلکہ اپنا پکھش بھی چھوڑ دینا چاہئے۔ یدھ کرنا بند کرنے سے شانتی مل سکتی ہے۔ نہ کہ یدھ کرنے سے۔

چونکہ وہ سُشیل پُرش اپنا حق نہیں مانگتا۔ اس لئے اُسے اپنی

حفاظت کرنے کی یا اپنے آپ کو بے عیب ثابت کرنے کی ضرورت نہیں
پڑتی۔ اس کی زندگی پریم مے ہوتی ہے۔ اور اس لئے اس کی حفاظت
اس پریم کے ذریعے ہوتی ہے۔ جو وشو کا آدھار ہے۔ وہ نہ تو کسی
چیز کو اپنی کہتا ہے۔ اور نہ خود غرضی کے سادھن میں لگا رہتا ہے اس
لئے اس کو سب چیزیں اپنے آپ مل جاتی ہیں۔ اور ساری دنیا اس کی
حفاظت کرتی ہے۔

جو آدمی یہ کہتا ہے۔ کہ میں ونے شیلتا (منکسر المزاجی) کی آزمائش کر چکا ہوں
مگر مجھے کچھ کامیابی نہیں ہوئی۔ اس نے ونے شیلتا کی آزمائش نہیں کی۔ ونے شیلتا کی آزمائش تھوڑی
دیر کے لئے نہیں کی جا سکتی۔ ونے شیلتا کا یہ ارتھ نہیں ہے۔ کہ انسان صرف
اپنے کاموں کے ذریعے دوسروں کی مخالفت نہ کرے۔ ونے شیلتا کے
لئے سب سے ضروری بات یہ ہے۔ کہ وہ خود غرضانہ اور مخالف خیالات
کو بالکل ترک کر دے۔ اس لئے ونے شیل انسان کبھی برا نہیں مانتا۔ یا اس
کے جی میں کبھی چوٹ نہیں لگتی۔ وہ نفرت۔ مورکھتا۔ یا جھوٹے ابھیمان سے
کوسوں دور رہتا ہے۔ ونے شیل انسان کو کبھی ناکامی نہیں ہو سکتی۔

جو آدمی مکتی کی خواہش رکھتا ہے۔ اسے ونے شیلتا کو حاصل کرنا چاہئے
اپنے دھیرج (استقلال) اور برداشت کی صفات کو دن بدن بڑھاتے
رہنا چاہئے۔ اپنے منہ سے سخت الفاظ نہ بولنے چاہئیں۔ اور خود غرضانہ
سنکلپ وکلپ کو اپنے دماغ سے نکال دینا چاہئے۔ اگر وہ ان باتوں
پر دھیان رکھے گا۔ تو اس کے دل میں ونے شیلتا کا پوتر اور کومل پھول
کھلے گا۔ اور آخر میں وہ اس خوشبودار پھول کی سگندھ سے۔ پوتر اور خوبصورت ہو
جائے گا۔ اور حلیم۔ خوش دل اور بلوان بن جائے گا۔ اس بات [illegible]

ہو۔ کہ تمہارے چاروں اطراف چھوٹے چھوٹے سوبھاؤ کے اور خود غرض لوگ ہیں۔ بلکہ اس بات پر خوشی مناؤ۔ کہ تم اُن کی مانند نہیں ہو۔ اور تم اپنے دوشوں کو دیکھ سکتے ہو۔ اور اپنے اوپر قابو حاصل کرنے اور بے عیب بننے کے لئے متواتر کوشش کر رہے ہو۔ تم میں جتنی ہی سختی اور خود غرضی ہے تم کو دھیرج شیلتا اور پریم کی اتنی ہی ضرورت ہے۔ اگر دوسرے تم کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ تو تمہارے لئے یہ اور بھی ضروری ہے۔ کہ تم دوسروں کو نقصان پہنچانا چھوڑ دو۔ اور اُن سے پریم کرو۔ اگر دوسرے آدمی دھیرج شیلتا نمرتا۔ اور پریم کا اُپدیش دیتے ہوں۔ اور خود اپنے اُپدیش کے مطابق عمل نہ کرتے ہوں۔ تو تم کو دکھی نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ تم کو اپنے دل میں اور دوسروں سے برتاؤ کرتے وقت مندرجہ بالا باتوں پر عمل کرنا چاہیئے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم ساری دُنیا کو مندرجہ بالا باتوں کی شکشا دے سکو گے۔ خواہ تم کسی سے اُپدیش یا نصیحت کا ایک لفظ بھی نہ کہو۔ تم جوں جوں دھیرج شیل ہوتے جاؤ گے۔ توں توں برہمانڈ کے پوشیدہ سے پوشیدہ اسرار کو بھی سمجھتے جاؤ گے۔ جو آدمی اپنے اوپر اقتدار حاصل کر لیتا ہے۔ اس سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ تم کارنوں کے کارن کو بھی سمجھ جاؤ گے اور بھرم و غلط فہمی یا شک کے پردوں کو بھی ایک ایک کر کے اُٹھا دو گے۔ اور آخر میں زندگی کے اصلی تتو پر پہنچ جاؤ گے۔ اس طرح جب جیون کا مرم [illegible] سمجھ جاؤ گے۔ تب تم سب جیووں کو پہچان سکو گے۔ اور ہر ایک بات [illegible] کا اصلیت اپر پہنچ سکو گے۔ پھر تم اپنی یا دوسروں کی اور سنسار کی چنتا نہ کرو گے۔ بلکہ تم دیکھو گے کہ سنسار کی باتیں ایک عالمگیر اصول کے مطابق سر انجام

ہوتی رہتی ہیں۔ چونکہ تم میں نمرتا آ جائے گی۔ اس لئے تم ان باتوں کو بھی اچھا سمجھوگے۔ جن کو دوسرے بُرا سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں سے بھی پریم کروگے جن سے دوسرے نفرت کرتے ہیں۔ ان اپرادھوں کو بھی معاف کر دوگے۔ جن کو دوسرے ناقابل معافی سمجھتے ہیں۔ ان باتوں کو مان لوگے جن پر دوسرے جھگڑتے ہیں۔ اور ان پدارتھوں کو چھوڑ دوگے۔ جن کو دوسرے اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ دوسرے بلوان ہوتے ہوئے بھی کمزور رہینگے۔ اور تم کمزور ہوتے ہوئے بھی بلوان رہوگے۔ بلکہ تم سب کے دلوں پر اپنا قبضہ جما لوگے۔

۶۔ پوتر آتما

جو آدمی پوتر ہے۔ اس پر کوئی فتح حاصل نہیں کر سکتا۔ کوئی دشمن اس کو نہ تو ہرا سکتا ہے۔ اور نہ ستا سکتا ہے۔ اس کی رکھشا اس کی ایمانداری اور پوترتا کے ذریعے ہوتی ہے۔ اس کو اور کسی رکھشک کی ضرورت نہیں۔

جس طرح یہ ناممکن ہے۔ کہ پاپ پُن پر ادھکار جما سکے۔ اسی طرح اپوتر آدمی پوتر آدمی پر کبھی ادھکار نہیں جما سکتا۔ جھوٹا عیب لگانا اور نفرت اور دویش نہ تو پوتر آتما کے پاس پہنچ سکتے ہیں۔ اور نہ اس کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ اور جو لوگ اس کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ ان کو آخرکار خود ذلت اٹھانی پڑتی ہے۔

چونکہ پوتر آدمی کوئی کام ایسا نہیں کرتا جس سے اس کو دوسروں سے چھپانا پڑے۔ یا وہ کوئی خواہش ایسی نہیں رکھتا ہے جس کو وہ دوسروں پر ظاہر نہ کر سکتا ہو۔ اس لئے وہ بے خوف رہتا ہے۔ اور اُسے کبھی شرمسار نہیں ہونا پڑتا۔ وہ جو کام کرتا ہے۔ اُسے مضبوطی کے ساتھ کرتا ہے۔ اور جو بات کہتا ہے۔ وہ کھری کہتا ہے۔ وہ کسی کے آگے نہیں جھجکتا۔ جو آدمی کسی کا بُرا نہیں کرتا۔ وہ کسی سے کیونکر ڈر سکتا ہے۔ جو آدمی کسی کو دھوکہ نہیں دیتا۔ وہ کسی کے سامنے کیونکر شرمسار ہو سکتا ہے۔ چونکہ وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ اس لئے دوسرے بھی اسکو نقصان نہیں پہنچاتے۔ اسی طرح چونکہ وہ کسی کو دھوکہ نہیں دیتا۔ اس لئے دوسرے بھی اُسے دھوکہ نہیں دیتے۔

چونکہ پوتر آدمی اپنے سب کام بڑی ایمانداری اور محنت کے ساتھ کرتا ہے۔ اور وہ پاپ سے کوسوں دور رہتا ہے۔ اس لئے اُسے کوئی کسی بات میں دبا نہیں سکتا۔ جس نے پوترتا کے اندرونی دشمنوں کو مار ڈالا ہے۔ اُسے نہ تو کوئی بیرونی دشمن ہرا سکتا ہے۔ اور نہ اُسے بیرونی دشمنوں سے اپنی حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ اس کی پوترتا ہی اس کی حفاظت کے لئے کافی ہے۔

جو آدمی اپوتر ہے۔ اُسے اکثر سبھی باتوں میں دبنا پڑتا ہے۔ چونکہ وہ من کے وکاروں (جذبات) اور پکشپات (رورعایت) کا غلام بنا رہتا ہے۔ اور دوسروں کے بارے میں جھوٹی رائے قائم کر لیتا ہے۔ اس لئے اس کو (جیساکہ وہ سمجھتا ہے) دوسروں کے ذریعے سدا دکھ پہنچتا ہے۔ جب دوسرے اس پر عیب لگاتے ہیں۔ تب اُسے

بڑا دکھ پہنچتا ہے۔ کیونکہ وہ حقیقت میں عیبی ہے۔ اور چونکہ اس کے پاس اپنی رکھشا کرنے کے لئے پوترتا نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ بدلہ لے کر یا طرح طرح کا دھوکہ دے کر اپنے آپ کو بے عیب ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

جو آدمی پوری طرح سے پوتر نہیں ہے۔ وہ ان سب باتوں میں نیچا دیکھتا ہے جن میں وہ دوشی ہے۔ اور اگر پوتر آدمی اپنی پوترتا سے گر کر ایک پاپ کرم بھی کر بیٹھتا ہے۔ تو وہ معافی کے قابل نہیں رہتا۔ کیونکہ پاپ کی وجہ سے دوسرے اس پر سچا حملہ کر سکتے ہیں۔ اور اسے نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ کیونکہ پہلے اس نے اپنے آپ خود نقصان پہنچایا ہے۔

اگر کسی آدمی کے دکھ یا نقصان کا کارن دوسرا آدمی ہو۔ تو اسے اپنے عیبوں کو دیکھنا چاہیئے۔ اور اگر وہ خواہشات (رو رعایت) اور ذاتی بچاؤ کے خیال کو ترک کر دے گا۔ تو اس کو معلوم ہوگا۔ کہ خود میرا دل ہی میرے دکھ کا حقیقی باعث (سرچشمہ) ہے۔

پوترآتما جس نے پاپ کے جذبات کو تباہ کر ڈالا ہے۔ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ وہ سدا شبھ کرم کرتا ہے۔ اور من۔ بچن اور جسم سے کوئی پاپ نہیں کرتا۔ اس لئے اس کی زندگی میں جتنے واقعات ہوتے ہیں۔ ان کا پھل اسے اچھا ہی ملتا ہے۔ کوئی آدمی۔ کوئی واقعہ یا کوئی حالت اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ جس آدمی نے پاپ کے بندھنوں کو توڑ دیا ہے۔ اس کو بیرونی حالات وغیرہ سے کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

جو آدمی دکھی۔ غمگین اور شکستہ دل ہیں۔ وہ سدا اشانتی کی

کھوج میں رہتے ہیں۔ ایسے آدمیوں کو پوِتر جیون کی شرن میں جانا چاہیئے۔
اُن کو فوراً ہی بے عیب زندگی کی سلطنت میں داخل ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ
پوِتر آتماؤں کو دُکھ شوک چھو نہیں سکتا۔ دکھ اس آدمی تک نہیں پہنچ
سکتا۔ جو اپنی زندگی کو خود غرضی اور خود پرستی میں ضایع نہیں کرتا۔ اور
جو آدمی سب لوگوں سے مِترتا کا بھاو رکھتا ہے۔ اس کو کبھی چنتا یا
بے چینی نہیں ستاتی۔

بھرپور پریم

گیان وان آدمیوں کو۔ جو شوشدھ دھام (بے عیب زندگی) میں پہنچ
گئے ہیں۔ یہ سنسار اور اس کے سارے پدارتھ ایک نیم کے اندر دکھائی
دیتے ہیں۔ اور وہ نیم پریم کا نیم ہے۔ وہ دیکھتے ہیں۔ کہ پریم کی شکتی
کے ذریعے جاندار اور بے جان دونوں ہی حالتوں کو بدلتے رہتے ہیں محفوظ
رہتے ہیں۔ اور تکمیل کو پراپت ہوتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں۔ کہ پریم
زندگی کے لئے ایک ضروری جوہر ہی نہیں۔ بلکہ وہ زندگی کا ایک ہی
اصول ہے۔ یہ جان کر وہ اپنی ساری زندگی کو پریم مئے بناتے ہیں اور
اپنی ذات کا خیال چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ الیشوری آدیش کا اس طرح پالن
کر کے پریم کی شکتی کو پراپت کر لیتے ہیں۔ اور اپنی قسمت کے مالک بن
کر پوری طرح سے آزاد ہو جاتے ہیں۔

چونکہ یہ سنسار پریم کے آدھار پر کھڑا ہے۔ اسی لئے یہ اب تک

قائم ہے۔ صرف پریم میں ہی محفوظ رکھنے کی شکتی ہے۔ انسان کے دل میں جب تک نفرت گھسی رہتی ہے۔ تب تک وہ سنسار کے نیم (قوانین قدرت) کو سخت سمجھتا ہے۔ مگر جب اس کا دل دیا اور پریم سے بسیج جاتا ہے۔ تب وہ سنسار کے نیم میں بے حد نرمی اور رحمدلی پاتا ہے قوانین قدرت ایسے نرم ہیں۔ کہ وہ انسان کو اس کی ناواقفیت سے بھی محفوظ رکھتے ہیں۔ ہر ایک انسان اس سنسار میں ایک ناچیز ہستی ہے۔ مگر وہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتا ہے۔ اور اسی طرح اپنی ادائے کوششوں کے ذریعے قوانین قدرت کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کئی دکھوں میں پھنس جاتا ہے۔ اور آخر میں جب اس کے دکھ بہت بڑھ جاتے ہیں۔ تب اس میں سمجھ آ لگتی ہے۔ اور جب اس میں سمجھ آ جاتی ہے تب وہ پریم کی مہما کو سمجھتا ہے۔ اور یہ جان جاتا ہے۔ کہ پریم میری زندگی کا ہی نہیں۔ بلکہ سنسار کا نیم ہے۔ پریم سزا نہیں دیتا۔ انسان اپنی دوشش بدھی کی وجہ سے اپنے آپ کو سزا دیتا ہے۔ وہ پاپ کی طرف جھکتا ہے۔ اور پریم کے نیم کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ جب آدمی جل جاتا ہے۔ تب کیا وہ اگنی کو قصوروار ٹھیراتا ہے؟ اس لئے جب انسان کے اوپر دکھ پڑے۔ تب اُسے اس دکھ کا کارن اپنی ہی اگیانتا اور قانون قدرت کی خلاف ورزی میں سمجھنا چاہیئے۔

پریم سمپورن سکھ ہے۔ اور اس لئے اس میں دکھ نہیں ہوتا۔ اگر انسان پورن پریم کے خلاف نہ تو سوچے اور نہ کام کرے۔ تو اُسے دکھ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی آدمی پریم کو جاننا چاہتا ہے۔ اور اس کے

اکھنڈ (آنند) والا سکھ کو بھوگنا چاہتا ہے۔ تو اسے اپنے دل میں پریم کا بیج بونا چاہئے۔

جو آدمی پریم کے بس ہو کر سب کام کرتا ہے۔ دنیا میں نہ کوئی اس کا ساتھ چھوڑتا ہے۔ اور نہ اس کو کوئی مشکل پیش آتی ہے۔ کیونکہ پریم دلشکام پریم (گیان بھی ہے اور شکتی بھی۔ جس نے پریم کرنا سیکھ لیا ہے۔ اس نے ہر ایک مشکل پر قابو پانا۔ ہر ایک ناکامی کو کامیابی میں بدلنا اور ہر ایک وقوع اور حالت کو سکھ سے بھرپور اور سندر بنانا سیکھ لیا ہے۔

پریم کے مارگ پر چلنا اپنے آپ کو بس میں کرنا ہے۔ اور انسان پریم کی شاہراہ پر جوں جوں آگے بڑھتا جاتا ہے۔ توں توں وہ گیان حاصل کرتا جاتا ہے۔ جب وہ پریم کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ تب وہ اس دیویہ شکتی کے ذریعے جسے وہ راستے میں حاصل کر لیتا ہے۔ اپنے جسم اور دماغ پر مکمل قابو جما لیتا ہے۔

بھرپور پریم سے خوف کوسوں دور بھاگتا ہے۔ جو آدمی پریم کا ارتھ سمجھ جاتا ہے۔ وہ یہ جان جاتا ہے۔ کہ ساری دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ کہ جو نقصان دہ ہو۔ وہ جان جاتا ہے۔ کہ اور تو کیا پاپ بھی۔ جس کو دنیادار اور دشواسی لوگ ناقابل تسخیر سمجھتے ہیں۔ کمزور اور فانی ہے اور پوترتا (پاکیزگی) کو پتر شکتی کے سامنے کافور ہو جاتا ہے

بھرپور پریم مکمل طور سے ترک ایذا رسانی کو کہتے ہیں

جس آدمی نے دوسروں کو دکھ پہنچانے کے خیالات اور خواہشات کو نشٹ کر دیا ہے۔ اس کی سب رکھشا کرتے ہیں۔ اور وہ جان جاتا ہے کہ میں ابھے ہو گیا ہوں۔ یعنی پاپ مجھے نشٹ نہیں کر سکتا۔

بھرپور پریم مکمل طور سے برداشت کرتا ہے

غصہ یا چڑچڑاپن اُس کے پاس نہیں پھٹک سکتا۔ وہ مصیبت کی گھڑی کو بھی پوترتا (پاکیزگی) کے ذریعے سکھ مئے بنا لیتا ہے وہ شکایت کرنا نہیں جانتا۔ چھپر یمی ہے۔ وہ کسی بات پر رنج یا تاسف نہیں کرتا۔ بلکہ سب واقعات اور حالات کا بخوشی استقبال کرتا ہے اس لئے وہ سدا سکھی رہتا ہے۔ اور اس کو کبھی دکھ کا سامنا نہیں کرنا پڑتا

بھرپور پریم مکمل وشواس ہے

جس نے اشیاء کو حاصل کرنے کی خواہش کو نشٹ کر دیا ہے۔ اس کو اُن کے چلے جانے کا خوف نہیں ستا سکتا۔ نفع اور نقصان دونو ہی اس کے لئے برابر ہیں۔ وہ کسی سے سروکار نہیں رکھتا۔ وہ سب کے ساتھ سدا پریم کا بیوہار کرتا ہے۔ اس لئے پریم اس کی رکھشا کرتا ہے۔ اور اس کی ضروریات کو اچھی طرح سے پورا کرتا ہے

بھرپور پریم مکمل طاقت ہے

جو آدمی عقلمندی کے ساتھ پریم کرتا ہے۔ وہ دوسروں پر اختیار جمائے بغیر ہی اُن پر حکومت کرتا ہے۔ جو آدمی ایشور کی آگیا کا پالن کرتا ہے۔ اس کی آگیا کا پالن سب لوگ کرتے ہیں۔ اس کے جی میں کسی کام کے کرنے کا جوں ہی خیال آتا ہے۔ توں ہی وہ کام ہو جاتا ہے اس کے منہ سے جوں ہی کوئی بات نکلتی ہے۔ توں ہی ساری دنیا اس کی تعمیل کرنے کو دوڑتی ہے۔ اس کا ہر ایک خیال اس کے اُدیش (معراج) کی طرف لے جاتا ہے۔ اور اس کا ہر ایک کام اس کو سدھی کی طرف لے جاتا ہے۔ وہ پریم کے قانون کے مطابق چلتا ہے۔ اور اپنی ناچیز ہوس کو اس

میں دخل نہیں دینے دیتا۔ اس لئے دیوی شکتی اس میں داخل ہو کر اچھے کام کرتی رہتی ہے۔ اس طرح وہ خود شکتی یعنی طاقت کا مجسم بنتا ہے۔

بھرپور پریم مکمل دانش یعنی سمجھداری ہے

جو آدمی سب باتوں کو سمجھتا ہے۔ وہی سب سے پریم کرتا ہے چونکہ وہ اپنے دل کے بھاوؤں کو جانتا ہے۔ اس لئے وہ دوسروں کے دلوں کی مشکلات کو بھی جان لیتا ہے۔ اور بڑی حلیمی کے ساتھ اُن کے مطابق آچرن کرتا ہے۔ پریم عقل کو روشن کر دیتا ہے۔ پریم کے بنا عقل (سمجھ) اندھی اور مردہ سی رہتی ہے جو کام عقل سے نہیں ہو سکتا اُسے پریم کر دکھاتا ہے۔ پریم اُن باتوں کو بھی جان لیتا ہے جن کو عقل نہیں پہچان سکتی۔

پریمی کی آنکھ سب باتوں کو دیکھ لیتی ہے۔ اُسے دنیا کی باتیں الجھن نہیں معلوم ہوتیں۔ بلکہ وہ ان میں علت معلول کا تعلق دیکھتا ہے اور اُن کو لازوال اصولوں کے مطابق پاتا ہے۔

پرمیشور خود پریم روپ ہے

اس لئے پریم سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ جو آدمی پورن گیان کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اُسے پورن پریم کو کھوجنا چاہیئے۔

بھرپور پریم بھرپور شانتی ہے

جس کے ہردے میں پریم ہے۔ اس کے پاس شوک و دکھ نہیں آ سکتا۔ اس کے دماغ اور دل میں شانتی ہے۔ پس اگر تم عالم کل (سرو گیانی) بننا چاہتے ہو۔ تو سب سے پریم کرنا سیکھو۔ اگر تم مکتی کی خواہش رکھتے ہو۔ تو اپنے دل میں پریم اور دیا کو متواتر بڑھاتے رہو۔

مکمل آزادی (نجات)

موکش دھام میں کسی قسم کا بندھن نہیں ہے۔ وہاں پر مکمل آزادی ہے یہی موکش دھام کی چاہ ہے۔ یہ مہان آزادی صرف فرمانبرداری کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ جو آدمی ایشور کے احکام کے مطابق چلتا ہے۔ وہ ایشور کا مددگار بن جاتا ہے۔ اور اس لئے وہ اپنی اندرونی طاقتوں پر اور بیرونی حالات پر قبضہ جما لیتا ہے۔ انسان نیکیوں کو چھوڑ کر برائی کو اختیار کرتے ہیں۔ مگر برائی کبھی نیکیوں پر غالب نہیں آ سکتی۔ یہی آزادی کا مخفی راز ہے۔ اگر انسان عیوب (برائی) کو چھوڑ کر ثواب (نیکی) کو اختیار کرے۔ تو وہ فاتح ہو جائے گا۔ اور مکمل آزادی حاصل کر لے گا۔

اپنی واسناؤں کو بڑھنے دینا غلامی کے گڑھے میں گرنا ہے

اور اپنے اوپر فتح حاصل کرنا آزادی یعنی نجات ہے۔ جو آدمی اپنا غلام بنا ہوا ہے۔ وہ اپنے بندھنوں سے پریم کرتا ہے۔ اور اُن میں سے ایک کو بھی اس ڈر سے نہیں توڑتا۔ کہ کہیں اس کے بھوگ وِلاس میں کمی نہ آ جائے۔ وہ اپنی واسناؤں کی تکمیل کرنا نہیں چھوڑتا۔ کیونکہ ایسا کرنے میں اسے کچھ لابھ نہیں دکھائی دیتا۔ اس طرح وہ اپنے آپ کو اپنی واسناؤں کا غلام بنا لیتا ہے۔

آتم گیان (خود شناسی) کے ذریعے مکمل آزادی مل سکتی ہے جب تک انسان اپنے آپ سے اپنی خواہشات سے۔ اپنی منو ورتیوں اور خیالات سے اور ان اندرونی کارنوں سے جو اس کی زندگی اور قسمت کو

بنا رہے ہیں۔ ناواقف رہتا ہے۔ اور نہ تو اپنے آپ کو سمجھتا ہے۔
اور نہ اپنے اوپر قابو پا سکتا ہے۔ تب تک وہ جذبات۔ رنج اور دکھ کی
جکڑ بند میں بندھا رہتا ہے۔ مکمل آزادی کی سلطنت میں پہنچنے کے لئے
گیان کے دروازے میں سے ہو کر جانا پڑتا ہے۔

جتنا بیرونی زور اور ظلم دیکھنے میں آتا ہے۔ وہ سب اسی اصلی
اتیاچار کا نتیجہ ہے۔ جو انسان کے اندر ہوتا رہتا ہے۔ زور و ظلم کو دور کرنے
کے لئے انسان سالوں سے آزادی کی دہائی دے رہے ہیں۔ اور انہوں
نے ہزاروں ہی قوانین بنائے مگر وہ قوانین آزادی نہ دے سکے۔ لوگ اپنے
آپ کو خود آزادی دے سکتے ہیں۔ اگر وہ ان ایشوریہ نیموں پر عمل
کریں۔ جو ان کے دلوں پر منقش ہیں۔ تو وہ آزادی حاصل کر سکتے ہیں
اگر لوگ اپنے دلوں کو پاپ کی قیود سے آزاد کر دیں۔ تو دنیا سے ظلم
کو بالکل جلا وطن کیا جا سکتا ہے۔ اگر ہر ایک انسان اپنے اوپر اتیاچار کرنا
ترک کر دے۔ تو پھر کوئی آدمی اپنے بھائیوں پر اتیاچار نہ کرے۔

انسان نے بیرونی آزادی حاصل کرنے کے لئے قوانین بنائے ہیں۔ مگر
وہ اپنی واسناؤں کے غلام بنے رہتے ہیں۔ اور اس لئے ان کے
لئے بیرونی آزادی کا حاصل کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ اصلی چیز
کی بجائے جو ان کے اندر ہے۔ اس چیز کے بیرونی (ظاہری) عکس کا پیچھا کرتے
ہیں۔ سب طرح کی بیرونی قیود اور مظالم کا اسی وقت خاتمہ ہو جائے گا۔
جب انسان دیدہ دانستہ اپنے جذبات اور جہالت کا غلام بننا چھوڑ دینگے
اندرونی آزادی حاصل کر لینے سے بیرونی آزادی بھی مل سکتی ہے۔
جب تک انسان کمزوری کی طرف جھکینگے۔ تب تک وہ طاقت حاصل

نہیں کر سکتے۔ جب تک وہ جہالت سے پریم کرینگے۔ تب تک وہ گیان حاصل نہیں کر سکتے۔ اور جب تک وہ غلامی کو پسند کرینگے۔ تب تک وہ آزاد نہیں ہو سکتے۔ طاقت۔ گیان اور آزادی اب بھی موجود ہیں۔ اور وہ اُن سب آدمیوں کو مل سکتی ہیں۔ جو اُن سے پریم کرتے ہیں۔ اور ان کو حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں اگر کسی قوم کے آدمی مل کر کسی دوسری قوم کے آدمیوں پر حملہ کریں تو وہ آزادی حاصل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے دوسری قوم ضرور ہی اپنی حفاظت کرے گی۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ جنگ شروع ہو جائے گا۔ انسان ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگینگے اور آزادی نابود ہو جائے گی۔ اگر ہر ایک آدمی اپنے اوپر فتح حاصل کرلے۔ تو آزادی مل سکتی ہے۔ جو آدمی دوسروں سے اور پرمیشور سے آزادی مانگتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو خود آزاد کر سکتا ہے۔

مکتی کی آزادی اپنے جذبات اور حرص و ہوا وغیرہ سے چھٹکارہ پانے پر ملتی ہے۔ پہلے اس آزادی کو حاصل کرنا چاہیئے۔ اور پھر بیرونی آزادی اسی طرح مل جائیگی۔ جس طرح سے علت سے معلول کی سدھی ہوتی ہے۔ اگر تم اپنے آپ کو پاپ سے آزاد کر دو۔ تو تم آزاد اور بے خوف ہو جاؤ گے۔ اور تم اپنے چاروں اطراف بے شمار خوفناک غلاموں کو دیکھو گے پھر تم کو دیکھ کر اُن میں سے بہت سے غلام ہمت پکڑینگے۔ اور تمہاری ہی طرح آزاد ہو جائینگے۔

جو آدمی کہتا ہے۔ کہ میرے دنیوی فرائض مجھے دکھ دے رہے ہیں میں انہیں چھوڑ کر ایکانت میں چلا جاؤنگا۔ اور میں وہاں ہوا کی مانند آزاد

ہو جاؤنگا۔" اور سمجھتا ہے۔ کہ میں اس طرح آزادی حاصل کرونگا۔ وہ اور بھی کڑی غلامی میں پھنس جائے گا۔ آزادی کا درخت کرتویہ (ادائگی فرائض) رُوپی زمین میں اُگتا ہے۔ اور جو آدمی اس درخت کے میٹھے پھلوں کو کھانا چاہتا ہے۔ اسے ادائگی فرائض میں بخوبی لگ جانا چاہئے

جو آدمی خود غرضی اور خود پرستی سے نجات پا گیا ہے وہ خوشدل اور شانت رہتا ہے۔ اور سب کاموں کے کرنے کے لئے سدا تیار رہتا ہے۔ دکھ یا تھکاوٹ اس کے دل میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اور دنیوی شکنتی اس کے ہر ایک بوجھ کو ہلکا کر دیتی ہے۔ اس کی وجہ سے اس کو بوجھ نہیں معلوم ہوتا ہے۔ وہ اپنے بندھنوں کو لئے ہوئے کرتویہ سے بھاگنے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ان بندھنوں کو توڑ کر آزاد ہو جاتا ہے۔

اپنے آپ کو لوتر کرو۔ اپنے آپ کو ایسا بناؤ۔ کہ کمزوری لالچ (لوبھ) اور پاپ تم کو توڑ نہ سکیں۔ کیونکہ تم کو وہ مکمل آزادی جس کی تلاش سارے سنسار کو ہے۔ صرف اپنے دل میں ہی مل سکتی ہے۔

مہانتا (بڑائی) اور بھلمنساہٹ (شرافت)

بھلمنساہٹ۔ سرلتا۔ اور بڑائی یعنی مہانتا یہ تینوں باتیں ایک ہی ہیں۔ ان کو الگ الگ نہیں کر سکتے۔ مہانتا۔ بھلمنساہٹ سے ہی پیدا ہوتی ہیں۔ اور بھلمنساہٹ میں حد درجے کی سرلتا ہوتی ہے۔ بھلمنساہٹ

کے بغیر مہاتما نہیں ٹھہر سکتی۔ بہت سے آدمی آندھی کی طرح دوسروں کو تباہ
کرنے کے لئے ہی سنسار میں جنم لیتے ہیں۔ مگر وہ بڑے نہیں ہیں۔ بڑے
آدمیوں کا کام تو بنانا اور رکھشا کرنا ہے۔ نہ کہ بگاڑنا اور نشٹ کرنا۔ مہاتما
سدا نمر سوبھاو کے (حلیم الطبع) ہوتے ہیں۔ بڑے آدمی کبھی دکھاوے
کو پسند نہیں کرتے۔ وہ چپ چاپ کام کیا کرتے ہیں۔ اور کسی سے تعریف
نہیں چاہتے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ مہاتما نہ تو آسانی سے ملتے ہیں۔ اور نہ
پہچانے جا سکتے ہیں۔ جو لوگ کسی بڑے اور اونچے پہاڑ کے پاس رہتے
ہیں۔ وہ اُسے نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ اس طرح مہاتماؤں کو بھی کوئی پاس
سے نہیں دیکھ سکتا۔ پہاڑ کی وسعت اس وقت معلوم ہوتی ہے۔ جب لوگ
اس سے دُور چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح مہاتماؤں کو اُن کے زمانہ کے لوگ
نہیں دیکھ سکتے۔ وقت کے گذرنے پر ہی اُن کی مہانتا پرگٹ ہوتی ہے۔ دوری
میں یہ خصوصیت ہے۔ جب تک انسان پہاڑ کے پاس رہتے ہیں تب تک
وہ اپنے گھروں۔ درختوں اور پتھروں کو ہی دیکھا کرتے ہیں۔ بہت تھوڑے
لوگ اس پہاڑ کے بارے میں وچار کرتے ہیں جس کے نیچے وہ رہتے ہیں
اُن سے بھی کم آدمی اس پہاڑ کا پتہ لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر دور
سے دیکھنے پر چھوٹی چھوٹی چیزیں نظر سے اوجھل ہو جاتی ہیں۔ اور تب
صرف اس پہاڑ کی وسعت اور اونچائی ہی دکھائی دینے لگتی ہے۔ ہر دلعزیزی
دکھاوا وغیرہ عبث باتیں بہت جلد مٹ جاتی ہیں۔ اور اُن کا کوئی مستقل
نشان باقی نہیں رہتا۔ مگر مہانتا (بڑائی) کی ترقی آہستہ آہستہ گمنامی سے
ہوتی ہے۔ اور پھر وہ ویاپا ہو جاتی ہے۔
مہاتما کبیر داس۔ سور داس وغیرہ کی قدر اُن کے وقت میں اتنی نہ ہوئی

جتنی اب صدیوں کے بعد ہو رہی ہے۔ حقیقی بھلائی کسی ایک آدمی کی میراث نہیں ہوتی۔ وہ اس آدمی کی بھی میراث نہیں ہوتی۔ کہ جس سے وہ پرگٹ ہوتی ہے۔ وہ عالمگیر جائیداد ہوتی ہے۔ اسے سچائی کا پرکاش سمجھنا چاہیے۔ وہ دیوبانی ہے۔ جو ساری انسانی جماعت کے لئے ہے۔

بھلائی کا ہر ایک کام سچائی کا نمایاں ظہور ہے۔ اور کسی ایک آدمی سے تعلق نہیں رکھتا۔ وہ عالمگیر ہوتا ہے اور اسے ہر ایک دل اور ہر ایک قوم تسلیم (قبول) کر لیتی ہے۔ کسی ایک دھرم کا پکھشپات کر کے جو کام کیا جاتا ہے۔ وہ نشٹ ہو جاتا ہے۔ مگر عالمگیر دھرم کبھی مٹ نہیں سکتا۔ نجات یا ابدی زندگی کے بارے میں جو اپدیش کئے جاتے ہیں۔ وہ مٹ جاتے ہیں مگر مکتی یافتہ اور امر لوگ سدا زندہ رہتے ہیں۔ ستیہ پر جو شرحیں لکھی جاتی ہیں۔ وہ مٹ جاتی ہیں۔ مگر ستیہ باقی رہ جاتا ہے۔

مہاتما وہی ہوتا ہے۔ جو نیک اور سرل ہوتا ہے۔ اس کے دل میں بھلمنساہٹ کا سرچشمہ بہتا ہے۔ وہ موکشں دھام میں وچرتا ہے۔ اور مکتی پائے ہوئے مہاتماؤں سے بات چیت کرتا ہے۔

جو آدمی مہاتما ہونا چاہتا ہے۔ اسے بھلمنساہٹ سیکھنی چاہیے "بڑائی کی کھوج نہ کرنے سے وہ بڑا ہو جائے گا"۔

جو آدمی بڑائی کو اپنا معراج بناتا ہے۔ وہ گمنام رہ جاتا ہے۔ مگر جو آدمی گمنامی کو اپنا معراج بناتا ہے۔ وہ بڑا ہو جاتا ہے۔ بڑے بننے کی خواہش کرنا ہلکے پن اور تکبر کو ظاہر کرتا ہے۔ شہرت کو حاصل کرنے کی خواہش نہ کرنا اور اہنکار کو تیاگ دینا بڑائی کی علامت ہے۔

جو آدمی چھوٹے ہوتے ہیں۔ وہ حقوق اور الشوریہ کو حاصل کرنے کی

کوشش کرتے ہیں۔ مگر مہاتما کبھی ایشوریہ کی خواہش نہیں کرتے۔ اور اس سے وہ آنے والی نسل کے پوجا کے یوگیہ بن جاتے ہیں۔ جو پلنے کی خواہش کرتا ہے۔ وہ گنوا دیتا ہے۔ مگر جو گنوانے کی خواہش رکھتا ہے۔ وہ دوسروں کا پریم پاتر بن جاتا ہے۔ اگر تم اہنکار کو چھوڑ کر سیدھے سادے ہو جاؤ گے۔ تو تم مہان یعنی بڑے ہو سکتے ہو۔ جو آدمی خود غرضی سے مغلوب ہو کر ایشوریہ (دھن و دولت اور بڑائی) حاصل کرنا چاہتا ہے اُسے ناکامی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ جو آدمی رب کا سیوک بننا چاہتا ہے۔ اور خود ایشوریہ پراپت کرنے کا خواہشمند نہیں۔ وہ دوسروں کی عزت کا مستحق بن جاتا ہے۔ اور "بڑا" کہلاتا ہے۔

ایک ودوان کا قول ہے۔ کہ چھوٹا بننا ہی بڑا بننا ہے۔ اپنے آپ کو بھول جانے سے ہی آدمی بڑا بنتا ہے۔ اپنے آپ کو بھول جانا ہی بھلمنساہٹ ہے۔ اور اسی سے سکھ ملتا ہے۔ جب معمولی سے معمولی آدمی بھی اپنے آپ کو ایک لمحہ کے لئے بھول جاتا ہے۔ تب وہ اتنی دیر کے لئے بڑا بن جاتا ہے۔ اگر وہ سدا کے لئے اپنے آپ کو بھول جائے۔ تو وہ سدا کے لئے بڑا ہو جائے۔ اگر تم اپنی ذات کو (اپنی واسناؤں کو خواہشوں کو اور گھمنڈ کو) پھٹے کپڑوں کی طرح اتار کر پھینک دو۔ اور پریم دیا اور پراوپکار کے مارگ پر چلو۔ تو تم چھوٹے نہیں رہو گے۔ بلکہ بڑے ہو جاؤ گے۔

جو آدمی غرور کرتا ہے۔ اور ایشوریہ یعنی بڑائی چاہتا ہے۔ وہی چھوٹا ہو جاتا ہے۔ مگر جو آدمی بھلمنساہٹ کا سلوک کرتا ہے۔ وہی بڑا ہو جاتا ہے یہ ممکن ہے۔ کہ چھوٹے آدمی کی چمک دمک تھوڑی دیر کے لئے بڑے آدمی

کی شرافت کو چھپا وے۔ مگر آخر میں چلمنساہٹ میں اس طرح گم ہو جائے گی جس طرح تیز رفتار چنچل ندیاں اتھاہ سمندر میں گم ہو جاتی ہیں۔

۱۰۔ موکھش (نجات) دل میں ہے

جب دل پوتر ہو جاتا ہے۔ تب انسان زندگی کے دکھوں سے چھوٹ جاتا ہے جب دماغ ایشور کے نیموں کے مطابق کام کرنے لگتا ہے۔ تب دنیوی کام بوجھ نہیں معلوم ہوتے۔ بلکہ اُن کے کرنے میں بڑی خوشی ہوتی ہے۔ جن آدمیوں کا دل پوتر ہے۔ وہ گلاب کی مانند ہیں۔ کیونکہ اُس کو بنا کشٹ ہی دانہ پانی مل جاتا ہے۔ مگر گلاب سست نہیں ہوتا۔ وہ زمین ہوا اور دھوپ سے ہمیشہ اپنی خوراک لیتا رہتا ہے۔ اس کے اندر جو دیوی شکتی موجود ہے اس کے ذریعے وہ آہستہ آہستہ برابر بڑھتا رہتا ہے۔ اور آخر میں پورا پھول بن جاتا ہے۔ یہ بات اُن آدمیوں کے بارے میں ٹھیک اُترتی ہے۔ جنہوں نے اپنی خواہشات کو تیاگ دیا ہے۔ اور پرمیشور کی مرضی کے مطابق چلنا سیکھ لیا ہے۔ وہ ستنددا اندر کھلے ہوتے جاتے ہیں۔ اور چنتا اور دکھ سے چھوٹ جاتے ہیں۔ وہ بنا مطلب کے کوئی کام نہیں کرتے۔ ان کا کوئی کام عبث نہیں جاتا۔ اُن کا ہر ایک خیال اور کام ایشور ہی حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ اور سنسار کے سکھ کو بڑھاتا ہے۔

موکھش دل میں ہے۔ جو آدمی اُسے کہیں اور جگہ کھوجتے ہیں۔ وہ اُسے نہیں پا سکتے۔ آتما جب تک اپنے اندر موکھش کو نہ کھوج لیگی۔ تب

تک وہ اُسے کسی بیرونی جگہ میں نہیں پا سکتی - کیونکہ آتما جہاں کہیں جائے گی -
وہاں اس کے خیالات اور اس کی خواہشات بھی اس کے ساتھ جائینگی -
آتما کا بیرونی مقام خواہ کتنا ہی خوبصورت ہو - لیکن اگر اس کے اندر پاپ ہے
تو باہر اندھکار ضرور ہو گا - کیونکہ پاپ کی وجہ سے آتما کے راستے پر ہمیشہ
گہرا اندھکار (شوک کا سایہ) چھا جاتا ہے -

یہ سنسار بہت ہی سندر ہے - اس کی خوبصورتی اور دلکشی کا بیان
نہیں ہو سکتا - مگر پاپ میں پھنسے ہوئے لوگوں کو یہ سنسار تاریکی بھرا اور
سکھ سے رہت معلوم ہوتا ہے - جہاں پر منود کار اور خود غرضی ہے وہیں
پر نرک اور نرک کا سب کشٹ ہے - جہاں پر پوترتا اور پریم ہے وہیں
پر موکھش ہے - اور موکھش کے سب سکھ ہیں -

موکھش یہاں پر ہے اور سب کہیں ہے - وہ ان سب ستھانوں
میں ہے - جہاں پوتر ہردے ہیں - سارا سنسار سکھ سے بھرپور ہے مگر
جس دل میں پاپ بھرا ہے - وہ اس سکھ کو نہ تو دیکھ سکتا ہے اور نہ
بھوگ سکتا ہے - کسی آدمی کو موکھش دھام میں داخل ہونے کی مناہی نہیں
ہے - ہر ایک انسان خود ہی اپنے کو موکھش سے محروم رکھتا ہے موکھش
دھام کا سندر دروازہ سدا کھلا رہتا ہے - مگر خود غرض آدمیوں کو وہ نظر
نہیں آتا - وہ روتے اور سر پٹکتے ہیں - چلا کر پکارتے ہیں - مگر پھر بھی کوئی
آواز نہیں سنتے - جو آدمی موکھش کی طرف اپنی نگاہ ڈالتے ہیں اور موکھش
کے لفظوں کی طرف اپنے کان پھیرتے ہیں - وہی موکھش دھام کے سندر
دروازے کو دیکھتے ہیں - اور اس میں داخل ہو کر سکھی ہوتے ہیں

جب دل بے عیب ہوتا ہے اور پوترتا اور پریم سے بھر جاتا ہے - تبھی

دنیوی زندگی سکھ مئے معلوم ہوتی ہے۔ زندگی ہی دھرم ہے اور دھرم
ہی زندگی ہے۔ اور اسی میں سارے سکھ اور آنند ہیں۔ مت شاستروں
کے جھگڑوں کو اور پاپ کے جذبات کو دور کرو۔ وہ نہ تو زندگی کے اور نہ
دھرم کے انگ ہیں۔ زندگی کا دیوی لباس سکھ اور سوندریہ سے بنا ہوا ہے
مایوسی اور رنج۔ خود غرضی اور ہوس کے عکس ہیں۔ اگر خود پرستی
اور ہوس کو نشٹ کر دیا جاوے۔ تو ان کے عکس بھی ہمیشہ کے نشٹ ہو جاوینگے
اور پھر صرف موکش کا سکھ باقی رہ جائیگا۔

انسان کا سچا جیون سکھ سے بھرپور ہوتا ہے۔ مکمل سکھ اس کی میراث ہے
اور جب وہ اپنے نقلی جیون سے سچے جیون میں داخل ہوتا ہے۔ تب وہ موکش
دھام میں پہنچ جاتا ہے۔ موکش دھام انسان کا گھر ہے۔ اور وہ یہاں ہے اور اس وقت بھی موجود ہے
وہ اسی کے دل میں ہے۔ اور اگر وہ خواہش کرے تو اسے پا سکتا ہے۔
انسان کے سارے دکھوں کا کارن یہ ہے کہ وہ ایشور کے حکم (قوانین قدرت)
کے خلاف چلنا پسند کرتا ہے۔ اسے اپنے گھر کو لوٹنا چاہیئے۔ وہاں اسے
شانتی ملے گی۔

موکش مارگ پر چلنے والوں کو دکھ اور بیماری کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔
کیونکہ وہ پاپ سے دور رہتے ہیں جن باتوں کو دنیوی لوگ دکھ کہتے ہیں۔
ان کو وہ پریم اور وویک کے آنند کا ایک کام سمجھتے ہیں۔ دکھ تو نرک
میں ہوتے ہیں۔ وہ موکش دھام میں داخل نہیں ہو سکتے۔ یہ بات بہت
ہی سیدھی سادھی ہے۔ اگر تمہیں کوئی دکھ ہے۔ تو وہ تمہارے دماغ کے
سوا اور کہیں نہیں ہے۔ تم اسے پیدا کر لیتے ہو۔ وہ تمہارے لئے پیدا نہیں
ہوا۔ وہ تمہارے کام میں نہیں ہے۔ وہ کسی بیرونی چیز میں نہیں ہے۔ تم ہی

اس کو چنم دیتے ہو۔ اور اس میں جان ڈالتے ہو۔ اگر تم اپنی تمام مشکلات سے کچھ سبق حاصل کرو۔ اور اُن کو موکھش دھام کی سیڑھیاں سمجھو۔ تو وہ مشکلات نہ رہینگی۔

موکھش مارگ پر چلنے والوں کا ایک بڑا کام یہ ہے۔ کہ وہ ہر ایک بات کو سکھ میں بدل دیتے ہیں۔ دُنیا دار لوگ ہر ایک بات کو اگیان کی وجہ سے دکھ سمجھتے ہیں۔ جو آدمی اپنی زندگی کو پریم مئے بنانا چاہتا ہے۔ اُسے آنند پورک کام کرنا چاہیئے۔ پریم وہ جادو ہے۔ جو سب باتوں کو طاقت اور سوندریہ میں بدل دیتا ہے۔ اس کے ذریعے کنگالی میں سے امیری کا۔ کمزوری میں سے طاقت کا۔ بدصورتی میں سے خوبصورتی کا۔ تیزی (کڑواہٹ) میں سے مٹھاس کا اور تاریکی میں سے روشنی کا ظہور ہوتا ہے۔ اور سکھ کی پیدائش ہوتی ہے۔

جو پریمی ہے۔ اُسے کسی بات کی کمی نہیں رہتی۔ دنیا بھلے مانس کو پسند کرتی ہے بھلمنساہٹ کی اتنی کثرت ہے۔ کہ سب آدمی اُسے حسب مرضی حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر تمہارے خیال۔ بچن اور کام۔ پریم سے بھرپور ہوں۔ تو تمہاری ہر ایک ضرورت پوری ہو جائیگی۔ تم کو نہ تو بھٹکنا پڑے گا۔ اور نہ کسی کا خوف ہوگا۔ پریمی دیکھنے میں کبھی دھوکہ نہیں کھاتا۔ وہ ہر ایک بات کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرتا۔ اور جو کام کرتا ہے۔ اُسے بُدھیمانی کے ساتھ کرتا ہے۔ اگر تم پریم کی آنکھوں سے دیکھو۔ تو تم سب جگہ ست اور سوندریہ کو دیکھو گے۔ اگر تم پریم کے دماغ سے فیصلہ کرو۔ تو تم کبھی بھول نہ کرو گے۔ اور تم کو کبھی افسوس نہ ہوگا۔ اگر تم پریم کے بھاؤ سے کام کرو گے تو تمہارے کام ہمیشہ کے لئے امر ہو جائینگے۔

خود غرضی کو بالکل تیاگ دو۔ جب تک تمہاری ساری زندگی پریم مئے نہ ہو جائے۔ تب تک تم کوشش کو نہ چھوڑو۔ سب کو اور سدا پریم کرو۔ یہی موکش ُمکتی کی پراپتی کا مول منتر ہے۔ تم جو کام کرو۔ اُسے نشکام ہو کر کرو۔ موکش مارگ کے یاتری کے لئے یہ ضروری ہے۔

اگر تم اپنی خیالی دُنیا کو بالکل پوِتر (پاکیزہ) بنالو۔ تو تم اس جسم میں رہتے ہوئے موکش دھام میں پہنچ سکتے ہو۔ تب تم بیرونی دنیا کی سب چیزوں کو سندریہ لباس پہنے ہوئے دیکھو گے۔ جو آدمی اپنے اندر ایشور کے سوندریہ کو کھوج لیتا ہے۔ وہ ہر ایک بیرونی چیز کو اُسی سوندریہ میں ڈھکا ہوا پاتا ہے جس آتما نے اپنے آپ کو سندر بنالیا ہے اس کو دُنیا سُندر دکھائی دیتی ہے

اس بات کو اچھی طرح یاد رکھو۔ کہ تم میں ایشور کا انش ہے۔ تم اپنے ہی اوشواس کی وجہ ایشور سے دُور رہتے ہو۔ اس لئے آنکھیں کھولو۔ اور پاپ کے بندھنوں کو دور پھینکو۔ اور اپنے حق کو۔ جائیداد کو (موکش دھام) کو حاصل کرو۔ جھوٹے وشواسوں سے اپنی آتما کو گندہ مت کرو۔ تم مٹی کے بُت نہیں ہو۔ تم میں ایشور کا انش ہے۔ اور تم امر ہو۔ یہ بات تم کو وچار کرنے سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اگر تم اپنے ناپاک خیالات کو نابود کر دو گے۔ تو تم کو معلوم ہوگا۔ کہ تم ایک دویہ آتما ہو۔ اور پوِتر اور پریم بھرے خیالات سے بھرپور ہو اس دُنیا میں اونا پن۔ پاپ اور دکھ تمہارے حصے میں نہیں آئے۔ اگر تم ان کو اپناؤ گے۔ تو یہ ضرور ہی تمہارے گلے پڑینگے۔ اور سب جگہ تمہارے ساتھ ساتھ رہینگے۔

تمہارے حصے میں موکش آئی ہے۔ نہ کہ نرک۔ اور تم کو وہی لینا چاہیئے جو تمہارے حصے میں ہے۔ موکش تمہارا ہی دھن ہے۔ تم کو صرف یہ کام

کرتا ہے۔ کہ تم اس میں داخل ہو کر اس پر اپنا قبضہ جما لو۔ موکش میں سکھ ہی سکھ ہے۔ اس میں اتنا سکھ ہے۔ کہ وہاں پر آتما کو نہ تو کسی بات کی خواہش رہ جاتی ہے۔ اور نہ اس کو کسی بات کا شوک رہ جاتا ہے۔ وہ اب اور اس سنسار میں ہے۔ وہ تمہارے ہی اندر ہے۔ اور اگر تم کو یہ بات معلوم نہیں ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ تم اس کی طرف سے بیمکھ رہتے ہو۔ اس کو کھوجنے کی کوشش کرو۔ اور وہ تم کو مل جائے گا۔

زندگی کی اصلیت (حقیقت) کو سمجھو۔ تاریکی کو چھوڑ کر روشنی میں آؤ۔ تم جگ میں یوگنے کے لئے بنائے گئے ہو۔ پاکیزگی۔ سمجھ داری۔ پریم۔ خوشحالی۔ سکھ اور شانتی۔ یہ موکش دھام کے اکھشتے تتو ہیں۔ اور یہ تمہارے ہی ہیں۔ مگر جب تک تم پاپ میں پھنسے ہوئے ہو۔ تب تک تم ان پر اپنا قبضہ نہیں جما سکتے۔

مہاتما چرن داس جی

جو سنسار کی بُری واسناؤں سے منہ موڑ کر سدا ستیہ کی کھوج میں ہی لگے رہتے ہیں۔ جنہیں صاف طور پہ یہ سنسار خواب سا معلوم ہوتا ہے۔ جنہیں سنسار کے شبد۔ سپرش وغیرہ وِشے اپنی طرف کشش نہیں کر سکتے۔ جو ہری کے پریم امرت کا پان کر کے سدا سیر (رنجے ہوئے) رہتے ہیں۔ وہ سنساری جیو نہیں ہیں۔ وہ مرتیو لوک کے پرانی نہیں ہیں۔ وہ تو پرم دھام کے نتیہ شُدھ جیو ہیں۔ وہ جنم مرن کے چکروں سے رہت ہیں۔ اپنی اچھا سے ہی وہ سنسار میں پرگٹ ہوتے ہیں۔ اور ممکشو پُرشوں کو ستیہ مارگ کا گیان دکھا کر پھر اپنے ستیہ سوروپ میں ہی لین ہو جاتے ہیں۔ سنساری زیادہ تر انہیں نہیں پہچانتے۔ جگت میں ست گورو کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ ست گورو چرنداس جی بھی انہیں مکت پُرشوں میں سے ایک تھے۔

خاندان اور جنم

راجپوتانہ میں میوات دیش میں ڈیہرہ نامی ایک گاؤں ہے۔ اس گاؤں میں ڈھوسر بنیوں کے بہت سے گھر ہیں۔ ادھر ان لوگوں کی زمینداری بھی ہے۔ اور وہ معزز بھی سمجھے جاتے ہیں۔ انہیں میں سے ایک پیوار میں مرلی دھر نامی ایک خوش قسمت پُرش ہوئے۔ وہ بڑے بھگوت بھگت تھے۔ اگرچہ وہ گرہستھی تھے۔ تو بھی ان کے چت کی ورتیاں ویراگیوں جیسی تھیں۔ وہ اکثر گھر سے بھجن کرنے کے لئے ایکانت جنگلوں میں نکل جاتے۔ اور دن چھپے بعد لوٹتے۔ اُن کی دھرم پتنی کا نام کنجو دیوی تھا۔ سمت ۱۷۶۰ میں بھادوں شکل ترتیہ منگل وار کے دن

بہاپیا گیہ مرلی دھر کے گھر ایک بالک پیدا ہوا۔ ماتا پتا نے اس کا نام رنجیت سنگھ رکھا۔ آگے چل کر یہی رنجیت سنگھ چند اس کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کی چیلی مہا منی سہجو بائی نے ان کے جنم کے بارے میں لکھا ہے:-

سکھی ری آج دھن دھرتی دھن دیسا

دھن ڈیہرہ میوات مںجھارے (۱) ہری آئے جن بھیسا
دھن بھادوں دھن تیج سُدی ہے دھن دِن منگل کاری
دھن ڈھوسر کُل بالک جنمیو (۲) پھُلت بھئے نرناری
دھن دھن مائی کنجو رانی دھن مرلی دھر تاتا
اگلے وتو اب پھل پائے (۳) رتن کے شت بھیو گیاتا
بھرم نساون بھگتی بڑھاون بھو پارایَن کرتا!
سب پھل دایک سب کچھ لائق (۴) اگھ موچن دکھ ہرتا
اگنت برس بہت چر جیوے گورو سکھدیو سہائی
سہجو بائی دیت اسیسیں! (۵) پاوے درس بدھائی

اس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ ہے سکھی! آج دھرتی اور دیش دھنیہ (مبارک) ہیں۔ ڈیہرہ (میوات) دھنیہ ہے۔ جہاں ہری آدمی کے بھیس میں آئے ہیں۔ بھادوں کا مہینہ۔ تیج سدی اور منگل وار کا دن بھی دھنیہ ہے ڈھوسر خاندان بھی دھنیہ ہے۔ کہ جس میں یہ بالک پیدا ہوا۔ جس سے سب نرناری خوش ہو گئے۔ (۲) کنجو ماتا اور مرلی دھر پتا بھی دھنیہ ہیں جنہوں نے پچھلے جنموں کے کئے شبھ کرموں کا پھل پا لیا۔ کہ ان کے گھر گیانی بیٹا پیدا ہوا (۳) بھرم کے بھگانے والا۔ بھگتی کے بڑھانے والا اور بہت سے پارایَن (نیم پوروک پاٹھ) کرنے والا۔ سب پھل کے دینے والا۔ ہمہ صفت

موصوف ۔ پاپ اور دکھ کے ہرنے والا۔ (۵) یہ بالک بے شمار برسوں تک جیوے ۔ اور شری گورو سکھدیو جی اُن کے سہایک ہوں۔ سہجو بائی یہ اسیس (آشیرباد) دیتی ہے

لڑکپن

چھ برس کی عمر تک اِن کے ماتا پتا انہیں بڑے لاڈ پیار سے پالتے پوستے رہے۔ جب اِن کی عمر سات برس کی ہوئی۔ تب اِن کے پتا جی اپنے نیم الونسار جنگل میں بھگوت بھجن کرنے لگے۔ بس اس دن کے بعد سے وہ پھر نہیں لوٹے۔ بہت کھوج کی۔ کچھ پتہ نہ چلا اب تو اِن کی ماں اکیلی ہی رہ گئیں۔ ان کے پتا چرنداس کے نانا دلی کے رہنے والے تھے۔ اور گھر میں کھاتے پیتے تھے۔ اس لیے ان کی ماتا انہیں لے کر دلی چلی آئیں۔ تب سے آخر تک یہ اپنی ننھیال دلی میں ہی رہے۔ ان کے نانا نے ان کے پڑھنے لکھنے کا انتظام کر دیا۔ یہ تھوڑے ہی دنوں میں فارسی اور سندھی کے اچھے پنڈت ہو گئے۔ اور سنسکرت کے گرنتھوں میں بھی ان کی اچھی گتی ہو گئی۔

ویراگیہ ورت

ویراگیہ تو اُن کے دل میں پہلے ہی سے تھا۔ مگر وہ ابھی تک چھپا ہوا تھا۔ ۱۹ برس کی عمر میں ان کا ویراگیہ پرکٹ ہو گیا۔ کہتے ہیں۔ کہ انہیں جنگل میں سکھدیو منی ملے۔ اور انہوں نے انہیں منتر اپدیش کیا۔ انہوں نے اپنے گرنتھوں میں پرم گورو سکھدیو کی بڑی بھاری مہما گائی ہے۔ سکھدیو نام کے کوئی مہاتما بھی ہو سکتے ہیں۔ مگر سہجو بائی نے جو اپنی گرو پرم پرا کا ذکر کیا ہے۔ اس سے یہی سدھ ہوتا ہے۔ کہ اِن کے گورو ساکشات بھگوان سکھدیو جی ہی ہیں سہجو بائی ایک جگہ پر لکھتی ہیں۔ کہ ہمارے گورو تو چرنداس ہیں۔ دادا گورو

سکھدیو جی ہیں۔ اور پرم گورو اودیہ جی ہیں" ایک دوسری جگہ بھی سہجو بائی نے اپنے داداشری گورو سکھدیو جی کی اس طرح بینتی کی ہے

ے نمو نمو سکھدیو گسائیں پرگٹ کری بھگتی جگ ماہیں
شری بھگونت بھانو پرکاسا پڑھ سن کٹے تمر کی پھانسا

گورو سے اُپدیش گرہن کر کے انہوں نے گھر میں رہ کر ابھیاس کرنا شروع کیا۔ آہستہ آہستہ ان کی شہرت چاروں طرف پھیلنے لگی۔ اور ممکشو ان کے پاس آتمک آنند لابھ کرنے لگے۔ ہوتے ہوتے ان کے بہت سے چیلے ہو گئے۔ سہجو بائی اور دیا بائی ان کی گورو مکھ چیلی تھیں۔ ان کی بھگتی بڑی اچھی تھی یہ اپنے گورو دیو کو ایشور تلیہ مانتی تھیں۔ اور سدا گورو سیوا میں ہی لگی رہتی تھیں۔ ان کا یوگ تپ جو کچھ تھا۔ وہ سب گورو سیوا ہی تھا۔ ان کے ۵۲ بڑے بڑے شاگرد ہوئے جن کی ۲۰۵ گدیاں ابھی تک موجود ہیں

دیگر سنت مہاتماؤں کی طرح ان کے نام سے بھی بہت سی کرامتیں منسوب کی جاتی ہیں۔ مگر ہم یہاں ان کو نظر انداز کر کے ان کے دھارمک وچاروں اور اُپدیشوں کا ذکر کرتے ہیں۔

مہاتما چرنداس جی نے یوگ اور اجپا جاپ کے اوپر بہت زور دیا ہے یوگ کے بارے میں انہوں نے اپنی بانی میں بہت کچھ کہا ہے۔ انہیں سوروں کا بھی پورا گیان تھا۔ ان کا بنایا "گیان سورودے" نامی گرنتھ بہت مشہور ہے۔ اس میں انہوں نے بتایا ہے۔ کہ کون سے سور میں کھانا چاہئے۔ کون سے سور میں جل پینا چاہئے۔ شوچ کس سور میں جانا چاہئے دواہ۔ دان۔ تیرتھ۔ برت۔ کپڑے۔ زیور۔ دوائی کا استعمال۔ یوگ ابھیاس وغیرہ کن کن سوروں میں کرنا چاہئے۔

اگرچہ یہ منتر لوگ پہ بہت زور دیتے تھے۔ پرانوں کو کس طرح دسم دوار میں لے
جانا چاہیے۔ وغیرہ باتوں کا انہوں نے بڑا ہی آسان اور صاف صاف ذکر کیا
ہے۔ مگر تو بھی یہ پریم کو اول درجہ دیتے تھے۔ یہ کہتے ہیں۔ کہ پریم کے بنا کوئی
بھی کام کیا جائے۔ تو وہ سپھل نہیں ہو سکتا۔ بنا سچے اور زبردست پریم
کے یوگ۔ گیان اور بھگتی بھی کس کام کی ہیں۔ کہتے ہیں ؎

پریم برابر جوگ نہ پریم برابر گیان — پریم بھگتی بنا ساجو۔ سب ہی تھوتھا دھیان
پریم چھڑاوے جگت سوں پریم ملاوے رام — پریم کرے گتی اور ہی لے پہنچے ہری دھام

پھر کہتے ہیں ؎

جوگ گیان دیراگ سبھن سوں۔ پریم پریتی ہے نیاری
چرن داس نے گورو کرپا سوں۔ سانچی بات وچاری

نو طرح کی بھگتی سے ایک اوکبت آنند پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے بھگتی
کو سب دھرموں کا راجہ مانا ہے۔ وہ کہتے ہیں ؎

نودہا انگ کے سادھتے۔ اُپجے پریم انوپ
ان جیتا یوں جانئے۔ سب دھرمن کو بھوپ

مہاتما چرنداس نے سنسکرت کے کٹھن گیان کو بہت ہی آسان بھاشا
میں بیان کر کے عوام الناس کا بڑا اُپکار کیا ہے۔ اگرچہ ان کے پدوں میں کبیر
نانک وغیرہ مہاتماؤں کے پدوں کی سی گہرائی نہیں ہے۔ مگر وہ سب شاستر
کے مطابق ہیں۔ اُن کے اُپدیشوں میں جگہ جگہ پر اُن کے اپنے انوبھو کی جھلک
پائی جاتی ہے۔

چرنداس جی ۷۹ برس تک اس دھرتی پر براجمان رہ کر مکتشو جیودں کو
اُپدیش کرتے رہے۔ سمت ۱۸۳۹ بکرمی میں آپ اس لوک سے چل بسے۔ دلی

ہیں ابھی تک آپ کی سمادھی بنی ہوئی ہے۔ چرنداسی فرقے کے بہت سے سادھو اور گرہستی بھارت کے مختلف صوبوں میں ابھی تک موجود ہیں۔ ان کے بنائے بہت سے گرنتھ ہیں۔ ان میں "گیان سُور اودے" اور "چرنداس جی کی بانی" بہت مشہور ہیں۔ نیچے ہم چرنداس جی کے کچھ اُتم شبد درج کرتے ہیں۔

(۱)

موکو بھئے آتی واہی دن کو

جب یہ پنچھی مایا لوبھی (۱) تیاگے پنجرہ تن کو

سُت دارا کے موہ پھنسیو ہے لوبھ لگے ہے دھن کو

کام کرودھ کو کاٹا کھایو (۲) بھیو آدھین سبن کو

پانچ پہر دھندے میں کھویا نام نہ لیت بھجن کو

تین پہر ناری سنگ تو (۳) مانت سکھ اندرن کو

ست سنگت کے نکٹ نہ آوے جو ہے ٹھاٹھ نرلن کو

جم کنکر جب آن گھیرینگے (۴) تب نہ دھیر دھران کو

گورو سکھدیو سہائے کرینگے

آشرو داس چرن کو

ترجمہ۔ مجھ کو اس دن کا بڑا ڈر لگتا ہے جب مایا کا لوبھی پنچھی (جیو) اس جسم کے پنجرے کو تیاگے گا۔ اس وقت تو یہ بیٹے اور استری وغیرہ کے موہ میں پھنسا ہے۔ اور دھن کا لوبھی بنا ہے۔ کام کرودھ وغیرہ کے آدھین ہے۔ افسوس یہ پانچ پہر تو دُنیوی دھندوں میں کھو دیتا ہے اور بھجن کا نام تک نہیں لیتا۔ تین پہر... ناری کے سنگ مست رہتا ہے اور اندریوں کے سکھ کو اصلی سکھ مانتا ہے۔ ست سنگ کے نزدیک

تک نہیں چھٹتا۔ چونکہ اس بھو ساگر سے پار اُترنے کا وسیلہ ہے جس وقت یم (فرشتہ موت) آ کر گلہ پکڑ لینگے۔ تب بہت گھبرائے گا چونداس جی کہتے ہیں۔ کہ ہمیں اپنے گورو سکھدیو سوامی کا آشرہ ہے۔ وہی اس نازک وقت میں ہماری مدد کرینگے۔

سو

شوچم بھوجن کھائیے   رہیئے نہ پڑ سوئے
ایسو مانش دیہہ کون   بھگتی بنا مرت کھوئے

ترجمہ۔ سادہ.... بھوجن کرنا چاہیئے۔ اور سدا سوئے ہی نہ رہنا چاہیئے۔ ایسے امول منش دیہہ کو بھگتی کے بنا نہیں کھونا چاہیئے۔

عورتوں کی ہر قسم کی کمزوری دور کرنیکے لئے تریاق

سپاری پاک اصلی

ویدک شاستر بتلاتا ہے۔ کہ سپاری پاک کے استعمال سے رج اور ویریہ کی شدھی ہوتی ہے۔ یہ عورتوں کی ہر قسم کی امراض خصوصاً پردر روگ (لیکوریا یا سفید پانی) آنا کے لئے بمنزلہ اکسیر ہے۔ شاستر میں لکھا ہے۔ کہ سپاری پاک اصلی سے عورتوں کے چاروں قسم کے پردر روگ دور ہو جاتے ہیں۔ اور کوئی بیماری نہیں رہتی۔ جن عورتوں کو گربھ نہیں رہتا یا رہ کر گر جاتا ہے ان کو امرت کے سمان گن کرتا ہے۔ کمزور عورتیں بلوان ہو کر ہرشٹ پشٹ ہو جاتی ہیں۔ ہم نے شاستر انوکول کوئی پچاس ادویات ڈال کر یہ نہایت عمدہ سپاری پاک بنایا ہے۔ ہر ایک گرہستی کو منگا کر اپنے گھر کی دیویوں کو استعمال کرانا چاہیئے۔ ترکیب استعمال دوائی کے ساتھ بھیجی جاتی ہے قیمت نمونہ آدھ پاؤ ۔/ ایک پاؤ ۱۲/ آدھ سیر ۳/ ایک سیر ۶/ ۔ علاوہ محصولڈاک

دانتوں کا خوشبودار منجن

تندرستی کا دارومدار دانتوں کی مضبوطی پر ہے اس خوشبودار منجن کے ہر روز استعمال کرنے سے دانت مضبوط رہتے ہیں مسوڑوں کی سوجن۔ چھالے۔ دانت کا درد پیپ اور خون نکلنے وغیرہ کو فائدہ دیتا ہے۔ یہ چورن ہر روز داتن کے ساتھ یا انگلی یا برش سے دانتوں پر اچھی طرح ملنا چاہئے۔ قیمت ایک پیکٹ آٹھ آنہ علاوہ محصولڈاک

مینیجر راشٹر ادھار اینجہ اندرون باغ لوہاری دروازہ لاہور

سکہ ساگرا ہو
٦٣
ماہ اگست سنہ ۱۹۳۰ء
قبض کشا مٹھائی
یہ قبض کشا مٹھائی چھ ماشے رات کو سوتے وقت دودھ یا گرم پانی کے ہمراہ کھا
لینے سے بغیر کسی قسم کی درد یا جلن وغیرہ کے صبح پیٹ صاف ہو جاتا ہے۔ سخت معدہ
والے مریض ایک تولہ تک کھا سکتے ہیں۔ یہ قبض کشا مٹھائی بواسیر ہر قسم۔ دائمی قبض
پیچش۔ زکام وغیرہ امراض میں جن میں پیٹ کی صفائی بہت ضروری ہے بہت
فائدہ کرتی ہے۔ بچوں کو یہ مٹھائی ایک دو ماشے دودھ میں گھول کر پلائی جا سکتی ہے
ہر روز استعمال کرنے سے بھی انتڑیوں کو نقصان نہیں پہنچتا۔ قیمت فی پیکٹ آدھ
پاؤ عہ۔ ایک پاؤ ۱۲۔ علاوہ محصول ڈاک
ہاضمہ کی مٹھائی
جن لوگوں کو سدا بد ہضمی کی شکایت رہتی ہے۔ ان کے لیے ہم نے یہ مٹھائی تیار کی
ہے جو خوبصورت چاندی کے ورقوں سے لپٹی ہوئی ہے۔ یہ بہت لذیذ چیز ہے ضیافتوں
کے موقع پر اس کو مہمانوں کی تھالیوں میں رکھا جا سکتا ہے۔ تاکہ کھانا کھانے کے بعد
یہ لذیذ مٹھائی چھ ماشے یا تولہ بھر کھا لینے سے ثقیل غذا بھی ہضم ہو جاوے۔ بھوک نہ
لگنا۔ جی متلانا۔ کھٹے آنا یا منہ کا ذائقہ خراب ہونا وغیرہ شکایات کو رفع کرتی ہے
اس کو جب چاہیں استعمال کر سکتے ہیں۔ قیمت فی پیکٹ آدھ پاؤ ایک روپیہ
ایک سیر یا زیادہ ایک بار منگائی جاوے گی تو ۶ روپے فی سیر مل سکتی ہے
مینیجر ماتر نند اوشدھالیہ اندرون باغ لوہاری نمبر ۴ پیارہ الموڑہ

ساگر لاہور
ماہ اگست ۱۹۳۰ء
گیان کتھا ساگر
اس عنوان سے ایک ہزار گیان - دھیان اور یوگ کی کتھاؤں کا
سلسلہ ماہ مارچ ۱۹۳۰ء سے مارتنڈ میں شایع ہونا شروع ہوا ہے کتھاؤں
کا یہ سلسلہ اتنا دلچسپ اور منوہر ہے کہ پڑھتے ہی من میں شانتی آجاتی
ہے۔ اگر آپ کو ذرا بھی روحانیت سے دلچسپی ہو۔ تو آپ
ماہ مئی ۱۹۳۰ء سے مارتنڈ کے خریدار بنجاویں
اور ان کتھاؤں کے پاٹھ سے اپنے آتما کو پوتر کریں۔ علاوہ اس کے
رسالہ مارتنڈ میں اور بھی بہت سے روحانی و اخلاقی اپدیش درج ہوتے
ہیں۔ یہ رسالہ ۱۹۰۸ء سے باقاعدہ پبلک کی روحانی۔ اخلاقی اور
جسمانی سیوا کر رہا ہے۔ قیمت سالانہ صرف ۳ روپے ہے۔ نمونہ کا پرچہ ۲ آنہ کو ملتا ہے
منیجر رسالہ مارتنڈ و سکھ ساگر و شانتی آشرم اندرون لوہاری دروازہ لاہور

شریمد بھگوت گیتا

اُردو ترجمہ معہ تشریح اور دوہوں کے

از شری یان پرمارتھی ایڈیٹر رسالہ مارتنڈ۔ سکھ ساگر و مترجم مہابھارت وغیرہ

یہ بھگوت گیتا اپنے ڈھنگ کی بالکل نرالی ہے (۱) اول شلوک سنسکرت میں (۲) پھر وہی شلوک اُردو میں (۳) پھر ترجمہ سلیس اُردو میں (۴) پھر دوہوں میں ترجمہ (۵) اور پھر تشریح۔ ساری گیتا کا ترجمہ اس ڈھنگ سے کیا گیا ہے۔ کہ معمولی سے معمولی لیاقت کا آدمی بھی اس کی مدد سے گیتا کے اسرار نہانی اور رمز کی تہ کو پہنچ سکتا ہے۔ اردو دان اصحاب کے لئے اس سے بہتر مشرح گیتا کا ملنا مشکل ہے حجم ۳۲۸ صفحات۔ قیمت مجلد صرف دو روپے آٹھ آنہ

منیجر رسالہ مارتنڈ سکھ ساگر و اشاعت مہابھارت اندرون لوہاری دروازہ باغ موتیہ لاہور

اوم

روحانی کتابوں کا سلسلہ ۱۹

اوم ओ३म् اوم

شری سوامی سرودانند جی مہاراج کا ایک لیکچر

انسان اور حیوان میں فرق

بھدر پرشو! آج کا وشے منش کرتویہ ہے۔ ہر ایک آدمی کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنا فرض ادا کرے۔ کارن یہ کہ جو چیز آپ سنسار میں دیکھتے ہیں اس کے اندر کوئی نہ کوئی خصوصیت کوئی خاص صفت ضرور ہوتی ہے۔ دنیا میں جس قدر بے جان چیزیں ہیں۔ جن اشیاء میں چیتنتا نہیں ہے۔ اُن سے بھی ہم تب ہی کام لے سکتے ہیں۔ جب ہمیں اُن کی خصوصیت معلوم ہو۔ جس چیز کی جس قدر خاصیت و تعریف اور گُن سے ہم واقف ہو جاتے ہیں۔ اتنا ہی اس سے لابھ اُٹھاتے ہیں۔ بے جان دنیا کو چھوڑ کر۔ جتنے جاندار ہیں ان میں سے سوائے حضرت انسان کے۔ سبھی اپنے اپنے فرائض کو بخوبی ادا کرتے ہیں۔ مگر ایک انسان ہی ایسا جاندار ہے جو کہ اپنے کرتویہ سے گر جاتا ہے۔ یہی انسان جو اپنے آپکو سب جانداروں سے اشرف و افضل بتاتا ہے۔ اس میں دیگر جانداروں کی نسبت کیا وشیشتا ہے؟ کہا جائیگا کہ انسان میں قوت ناطقہ ہے۔ اور حیوانوں میں نہیں۔ اگر انسان میں قوت ناطقہ نہ ہوتی۔ تو سب برابر تھے۔ دنیا میں

جس طرح انسان اپنی رہائش ۔ پرورش وغیرہ کا فکر کرتے ہیں اسی طرح سے پشو پکشی بھی کرتے ہیں۔ جس طرح انسان اپنے بچوں سے پیار کرتا ہے۔ ایسا ہی دیگر جانور بھی کرتے ہیں۔ سنتان کے اتپن کرنے میں جو خواہش اور آنند ہے اُسے دونو یکساں محسوس کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ لڑنا جھگڑنا وغیرہ دونوں میں موجود ہے ۔ اس لحاظ سے تو انسان و حیوان میں کوئی فرق نہیں۔ پھر انسان میں کیا خصوصیت ہے۔ جو اس کو دوسرے جانداروں سے ممتاز بناتی ہے :۔

آپ کہینگے ۔ کہ انسان نے تار برقی بنائی ۔ ریل ایجاد کی اور بڑے بڑے عقل کے کام کئے ۔ لیکن جانور انکی بجائے بہت اچھے کام کرتے ہیں ۔ ایسے ایسے کام کرتے ہیں کہ آدمی کی عقل دنگ رہ جاتی ہے ۔ اور ان کے بغیر انسان کی زندگی محال ہو جاتی ہے ۔ پشمینہ کیا انسانی عقل کی ایجاد ہے اور ریشم کیا کسی انسان نے آج تک بنایا ہے؟ اس کے بنانے والے ریشم کے کیڑے ہی ہیں ۔ آج جس انسان کے پاس موتی ہوں وہ بڑا دھنی اور مالدار کہلاتا ہے لیکن کیا موتی انسانی عقل کی ایجاد ہے! ان کے بنانے والا بھی کیڑا ہی ہے آپ سالانہ لاکھوں من شہد خرچ کرتے ہیں ۔ مگر یہ لاکھوں من شہد جمع کر کے آپ کے سپرد کرنے والی مکھیاں ہی ہیں اگر آپ کسی کے باغ میں جا کر پھول کو ہاتھ لگاتے ہیں تو مالی آپ کا سر پھوڑنے کو تیار ہو جاتا ہے ۔ مگر یہ کام آپ کے لئے شہد کی مکھیاں کرتی ہیں ۔ جو باغوں میں جاتی ہیں اور پھولوں میں سے شہد لے آتی ہیں انہیں نہ مالک روکتا ہے نہ باغبان ٹوکتا ہے ۔ اس طرح باغوں سے ایک ایک پھول پر بیٹھ کر یہ ہزاروں من شہد ہمارے لئے مہیا کرتی ہیں ۔ جب ہم ان چیزوں کو پیدا نہیں کر سکتے ۔ تو ہم جانداروں سے

اچھے کیونکر ہیں۔ اور ہم میں کیا خصوصیت ہے۔ جو ہمیں ان سے اعلےٰ تر بناتی ہے۔

دوسرا پہلو

اب دوسرا پہلو لو اگر انسان نہ رہے۔ تو جانداروں کا کچھ نہیں بگڑتا لیکن اگر پشو پکشی نہ رہیں۔ تو انسان کا رہنا اس دنیا میں محال ہو جائے۔ اس بات میں بھی ہم جانداروں سے اچھے نہیں ہیں۔ پھر انسان کا کیا کرتویہ ہے جو ان جانوروں سے بالاتر ہے۔ وہ کیا چیز ہے جس سے انسان کا درجہ اعلےٰ ہے۔

انسان نے درستی سے اپنی حالت کو نہیں سمجھا جب اسکو اپنی ذات پر شک ہوتا ہے تب یہ اپنے فرض سے گرتا ہے اسلئے انسان کا پہلا فرض یہ ہے :

اور علموں سے تجھے کیا فائدہ
علم اپنا گر نہیں تجھ کو ذرا

میں کیا ہوں۔ میرا وجود کیا ہے۔ میری خصوصیت کیا ہے؟ وغیرہ اگر ان باتوں کا ٹھیک ٹھیک گیان ہو جائے۔ تو پتہ لگ جاتا ہے کہ انسان کا فرض کیا ہے۔ اس وقت معلوم ہو جاتا ہے کہ انسان کا اعلیٰ فرض اندریوں کی غلامی سے آزادی حاصل کر کے حواس پر غلبہ پانا ہے۔ جو آدمی اندریوں کا غلام ہے وہ ہمیشہ اپنے فرض سے گر جاتا ہے۔ کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ اہنکار۔ یہ ہماری اندریوں پر غلبہ پا لیتے ہیں اور انسان کو اپنے کرتویہ سے تباہ کر کے گرا دیتے ہیں۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ ان سے ہمیشہ بچتا رہے +
یہ پانچوں منش کی متر اور شترو دونو ہیں۔ اگر ان کا برا استعمال کیا جائے تو یہ دشمن بن جاتی ہیں اور اگر ٹھیک برتاؤ کیا جاوے تو دوست بن کر آرام پہنچاتے

کام کی شکتی

اب ان کا پریوگ اس طرح پر ہے۔ جو ہمارے من میں اچھیا پیدا ہو اس کے

پورا کرنے کے لئے کوشش کرنا - وہ اچھا یا بری ہے بالکل - اس کا وچار نہیں
اس کا نام کام ہے - ہمارے من میں اچھی اور بری دونوں قسم کی خواہشات پیدا
ہوتی ہیں - ہمیں چاہئیے کہ ہم برے خیالات کو ہر وقت اپنے من سے نکالنے اور
اچھے خیالات کو داخل کرنے کی کوشش کرتے رہیں ::-
کام کی سکتی اتنی بڑی ہے کہ بعض وقت ہمیں خبر بھی نہیں ہوتی اور وہ
اپنا کام کرتا رہتا ہے - اور اس طرح چپ چاپ ہمیں اپنے فرض سے
گرا دیتا ہے -

بڑھیا اور گھوڑ سوار کی مثال

ایک بڑھیا - جس کی گود میں چار سال کا بچہ تھا - دور دراز کا سفر کر رہی تھی
اسکے بچے کو خوب زیور پہنا ہوا تھا - راستے میں ایک ندی پڑتی تھی - بڑھیا
راستہ کی تھکان سے چور ہو کر ندی کے کنارے بیٹھ گئی - اسی وقت ایک
گھوڑ سوار پاس سے گذرتا ہے - اس کو دیکھ کر وہ بڑھیا کہتی ہے - اے گھوڑے
کے سوار! میں تھکی ماندی ہوں اور بچے کو لیکر ندی پار نہیں کر سکتی اگر
میرے بچے کو بھی گھوڑے پر بٹھا لو - تو میں پیچھے آسانی سے ندی پار ہو جاؤنگی
گھوڑے والے کی نیت اس وقت خراب نہ تھی - اس نے کہا - ماتا میں بھی
جلدی جاتا ہے - اس لئے تمہارے بچے کو بس نہیں لے جا سکتا - کیونکہ
دوسرے کنارے پر مجھے ٹھہرنا پڑیگا - یہ کہکر وہ گھوڑا دوڑا کے آگے
بڑھ گیا - جب ندی کے درمیان میں پہنچا - تو اس نے سوچا - بھائی! تم
بڑے ہی بد نصیب نکلے - اس بچے کے سینکڑوں کا زیور پہنے زیور اتار کر بچے کو ندی
میں پھینک گھوڑے کو ایڑی لگا نو دو گیارہ ہو جاؤں - تو وہ بڑھیا کیا
کر سکتی ہے - سینکڑوں کا زیور یوں ہی ہاتھ سے گنوا دینا کہاں کی
عقلمندی ہے - یہ سوچ واپس لوٹ کر وہ پھر بڑھیا کے پاس آیا

اور کہا کہ ماتا جی! مجھے تمہاری حالت پر دیا آتی ہے لاؤ بچے کو چڑھا لوں
ادھر بڑھیا نے بھی سوچا کہ بڑی نادانی ہوئی۔ بڑھیا تو تھی ہی۔ کیا عقل بھی
سٹھیا گئی؟ اس جوان سے میری جان نہ پہچان اور بچہ زیور سے لدا ہوا۔ اگر
وہ بچہ کو لے کر اس کے زیور اتار بچے کو دریا میں پھینک کر رفو چکر ہو جاتا۔
تو میں کیا کر سکتی تھی۔ زیور تو خیر ٹوٹے پھوٹے ہیں۔ بچہ بھی جان سے جاتا اور
دنیا میں بدنامی الگ ہوتی۔ بھلا ہی ہوا جو میں اس غلطی سے بچ گئی۔ یہ بات وہ
سوچ رہی تھی کہ گھڑ سوار دوبارہ آ پہنچا اور بچے کو گھوڑے پر چڑھانے کی
خواہش ظاہر کی۔ بڑھیا نے جواب دیا۔ جس نے تیرے من میں پاپ کی بھاونا
پیدا کی ہے وہی مجھ کو بھی سکھا گیا ہے۔ اب میں بچہ نہیں دے سکتی ہوں
اس طرح ایک کے دل میں نامعلوم طور پر ایکایک خواہش بد پیدا ہوئی۔ دوسرے پر بھی
اس کا اثر ہوا۔ اس دنیا میں نہ کوئی کسی کا متر ہے نہ دشمن۔ انسان اپنا آپ ہی
دشمن اور متر ہے۔ نیکی یا بدی کا جو کام شروع ہوتا ہے۔ وہ من سے ہی شروع
ہوتا ہے پس اگر تم [illegible] کو پورا کرنا چاہتے ہو تو جس کام میں نیکی اور بھلائی
ہو وہی کیا کرو اور برے سنکلپ اور خیالات کو اپنے من میں جگہ مت دو۔

کرودھ کی شکتی

دوسری شکتی کرودھ ہے۔ کرودھ کو بھی قابو میں کرنا چاہئے۔ شاستر کار کہتے ہیں
[illegible] گناہ پرتی کرودھ کا

یعنی برے خیالات سے کرودھ کرو۔ تمہارے من میں جو بھی بری واسنائیں
پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ تم ان ہی سے کرودھ کرو۔ اہل اسلام کا ایک اصول (مقولہ)

قتل الموذی قبل الایذا

یعنی موذی کو ایذا دینے سے پہلے مار دو۔ لیکن وہ موذی کون ہے؟ کیا سانپ
شیر وغیرہ؟ شیر اور سانپ کو تم اس سے پہلے مار دو جبکہ تم کو یہ ایذا دے لیکن

ایک سانپ جس نے ابھی تک نہیں کاٹا نہیں ایک شیر جس نے آپ پر ابھی حملہ
نہیں کیا آپ کو کیسے معلوم ہو گیا کہ وہ آپ کو ایذا دیگا؟ آپ کہینگے۔ کہ ان جانوروں
نے۔ پہلے انسانوں پر۔ حملہ کر کے ان کی جانیں لی ہیں اس واسطے اُن کو مارنا
چاہئیے اگر ایسا ہی ہے۔ تو قبل ایذا کا خیال ہی نہ رہا۔ بلکہ قتل موذی بعد ایذا
ہو گیا۔ کیونکہ وہ پہلے کسی انسان پر حملہ کر چکا ہے۔ اس لئے کسی شیر سانپ
درندے پر یہ اصول حاوی نہیں ہو سکتا۔ اصول یہ ہے کہ موذی کا قتل
اس کے ایذا دینے سے پہلے کرو آپ کہینگے پھر یہ بات کیا ہے۔ سنئے۔ سانپ
شیر۔ وغیرہ جانور ہی انسان کے سب سے بڑے دشمن نہیں ہیں بلکہ

انسان کا سب سے بڑا دشمن

نفس ہی ہے اور مذکورہ بالا مقولہ میں اسی دشمن جان و ایمان کی طرف
اشارہ کیا گیا ہے کہ تم موذی نفس کو اس سے پہلے مارو۔ جب کہ یہ آپکو ایذا دے
کہا ہے ؎

بڑے موذی کو مارا نفسِ امارہ کو گر مارا!
نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا!

اس جگہ میز پر گھڑی پڑی ہے۔ سب لوگ لیکچر سن رہے ہیں۔ لیکن میرے دل میں خیال
آیا کہ اس گھڑی کو چرا لوں۔ یہ چوری کا خیال ہی انسان کو چور بنانے والا ہے
اگر میں نے چوری کا خیال من میں نہ آنے دیا۔ یا اگر آیا تو اس کو فعل میں آنے
سے پہلے ہی روک دیا۔ تو آپ نے قتل موذی قبل ایذا کے اصول پر عملدر آمد
کیا۔ اسی طرح دوسرے کی استری پر خیال بد یا اور اسی قسم کے جتنے برے
کرم ہیں۔ اُن سے بچنے کا یہی سب سے اچھا طریقہ ہے۔ کہ تم اپنے نفس امارہ
پر کرودھ کرکے۔ اس سے قبل ہی اس پر قابو پالو۔ جب کہ یہ تم کو مجرم بنا کر ذلیل و
خوار کرے ؏

دنیا میں جانور اور درندے ہمارے اتنے دشمن نہیں۔ جتنا کہ یہ نفس امارہ ہے۔ سانپ نے بہت زیادہ ہوا تو سال میں دو ہزار لوگوں کو ڈسا ہوگا شیر نے ایک آدھ ہزار آدمیوں کو ہی پھاڑ کھایا ہوگا بھونچال (زلزلہ) سے اتنی ہانی نہیں ہوتی۔ سمندر الٹ جانے سے بھی اس قدر نقصان نہیں ہوتا۔ جتنا کہ نفس امارہ کے بڑھ جانے سے ہوتا ہے اس سے ملک کے ملک اور قوموں کی قومیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ سنو! اس نفس امارہ نے کسقدر تباہی کی۔ اُسکے نقصان کا اندازہ لگاؤ۔ جرمن اور ہماری سرکار میں جنگ ہو رہی ہے۔ مانا کہ ہماری سرکار راستی پر ہے اور قصور جرمنی کا ہے۔ مگر یہ تو نفس امارہ کی خرابی! کروڑوں آدمی توپ و بندوق کی نذر ہو چکے ہیں۔ اربوں روپیہ تباہ ہو چکا ہے۔ کیوں اس واسطے کہ نفس امارہ نے غلبہ پا لیا ہے۔ من ملین ہو گیا ہے آتما پوتر نہیں رہی۔ پس انسان کا دوسرا فرض یہ ہے کہ وہ کرودھ کی شکتی کو اپنے قابو میں کرے من کو مارے اور تسکین قلبی پیدا کرے۔ اسی سے انسان کو نجات یعنی راحت ابدی مل سکتی ہے

لوبھ کی شکتی

اچھے یا بُرے جس طریقہ سے بھی ہو۔ دھن جمع کرو اس کا نام لوبھ ہے شاستر کاروں نے بُرے طریقہ سے دھن کمانے کی منع کیا ہے تمہیں دی جو تمہارا حق ہے۔ وہ تم لے لو اور جس چیز پر تمہارا حق نہیں ہے اُسے ہرگز گرہن نہ کرو شاستروں کا کتھن ہے۔ کہ جب لوبھ کی مانند بڑھ جائے۔ تو اشانتی اور صبر سے شانتی ملتی ہے۔ جس چیز کا استعمال دوسروں کو دکھ دے۔ جس سے دوسروں کو تکلیف ہو۔ اس پر آپ کا حق نہیں ہے۔ دیکھو! بچھڑے کا حق ہے کہ دو تھنوں کا دودھ لے۔ آپ کے من میں لوبھ پیدا ہوا

آپ ایک تھن بچھڑے کو دیتے ہیں اور تین تھن آپ لیتے ہیں۔ مگر اس لوبھ سے
آپکو فائدہ کم ہوتا ہے اور نقصان زیادہ کیونکہ اس سے بچہ کمزور رہ جاتا ہے
اور ماتا اگر دس سیر دودھ دیتی ہے تو وہ اپنے وقت پر تین سیر ہی دیگی
اور نسل بھی کمزور ہو جائیگی۔ اس لئے تکلیف کسکو ہوگی؟ جو کسی کا حق غصب
کریگا اُسی کو تکلیف ہوگی۔ پس جو تمہارا حق نہیں اُسے لینے کی خواہش نہ کرو
ورنہ خود ہی تکلیف اُٹھاؤ گے۔ یہ لوبھ کی شکتی ہے۔ اسے بھی اپنے
قابو میں کرنا چاہئے۔

اہنکار کی شکتی

اہنکار کہتے ہیں انانیت کو۔ اس کے کپڑے اچھے نہیں ہیں۔ وہ مجھ سے زیادہ
مفلس ہے۔ اس لئے مجھے اس سے نفرت کرنی چاہئے اپنے آپکو شیشے میں دیکھ کر
پھولے نہ سمانا۔ یہ سب باتیں اہنکار میں شامل ہیں۔ جس طرح آپ اپنی ظاہری بناوٹ
صفائی وغیرہ کا خیال رکھتے ہیں۔ اسی طرح من کو پوتر کرنے کی بھی ہر وقت
کوشش کرنی چاہئے: جسم کو پانی دے کر آپ آرام حاصل نہیں کر سکتے۔ جسم کو
صاف رکھنے سے ہی من کی صفائی نہیں ہو سکتی اگر آپ من کے صفا
کرنے کا یتن نہ کریں جب شریر صاف ستھرا اور من اپوتر ہو۔ تو شریر کیا
کریگا: ہم کو مکان اور مکین کا پتہ نہیں۔ دیوالی کے دن ہم اپنے مکان کو
خوب صاف کر لیتے ہیں۔ جسم کی بھی عطر۔ تیل وغیرہ مل کر۔ خوب آرائش کرتے
ہیں۔ کھانے بھی اچھا ہیں۔ مگر رات کے وقت۔ جوا کھیل کر اپنے من کو ملین
کر لیتے ہیں یعنی مکانوں کو تو صاف کیا اور مکین کو ملین۔ جبتک آپکو مکان اور
مکین میں فرق معلوم نہیں۔ ان کی قدر و منزلت کا علم نہیں۔ تو آپ کس طرح
سے کامیاب ہو سکتے ہیں۔ پس انسان کا فرض ہے کہ من اور آتما کی صفائی

کو سدا ملحوظ خاطر رکھے۔ اگر ہم نے آتما کی عظمت کو نہیں سوچا۔ روح کیا چیز ہے
اس کا وچار نہیں کیا۔ بلکہ عمر بھر جسم (مکان) کی صفائی اور الجھنوں میں
پھنسے رہے۔ تو ہم نے اہنکار (انانیت) کا مناسب استعمال نہیں کیا۔

شریر اور آتما

مہابھارت میں جب ارجن یدھ نہیں کرتا۔ وہ انانیت و موہ میں پڑ کر
کسی کو باپ کسی کو بھائی اور کسی کو دوست سمجھ رہا ہے۔ وہ یہ نہیں جانتا کہ روح
کیا چیز ہے۔ جب اسے دکھایا اور سمجھایا گیا کہ اے شور بیر! موت
انسانی جسم کی ایک تبدیلی ہے۔ جو ہر حالت میں ہوتی ہے۔ پھر تو اس سے ڈر کر
اپنے کرتویہ سے کیوں گرتا ہے۔ آدمی پہلے ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ پھر
بچہ اور پھر جوان ہو کر گرہست میں داخل ہو جاتا ہے تو کیا وہ رونے
لگ پڑے کہ میں بچہ سے جوان کیوں ہو گیا۔ یا وہ اس فکر میں گھل گھل کر
مر رہا ہے کہ وہ بوڑھا ہو جائیگا۔ جس طرح۔ بچپن جوانی اور بڑھاپا یہ تین
حالتیں جسم کی ہیں اسی طرح موت چوتھی حالت ہے۔ اس میں شوک کی کیا بات
ہے۔ آتما امر ہے۔ یہ نہ پیدا ہوتی ہے۔ نہ مریگی۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک
رہیگی۔ پھر ڈر کس بات کا۔ اس لئے اے شور بیر! شک دور کر۔ اہنکار کو
مار دے اور موہ کو مٹا ڈال۔ تو اس شریر کو ہی آتما مت سمجھ۔ عکس اور
معکوس ہیں تم ہر کر شیشہ میں اپنا روئے زیبا دیکھ کر خوش ہوتے ہو۔ آخر کیوں
وہ تو عکس ہے اور تم معکوس ہو۔ تم عکس کو دیکھ کر کیوں خوش ہوتے ہو؟
شیشہ کو ٹھوکر لگی اور عکس تین ٹکڑے ہو گیا۔ اب عکس تو تین ہیں اور
معکوس ایک۔ تو کیا اب تم رشتے بھر وگے؟ عکس کے تین ہو جانے سے
بھی آپ کا کچھ حرج نہیں ہوا۔ اسی طرح جسم کی مختلف حالتیں بدلنے پر بھی

جسم کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ پس انسان کو اپنے جسم کا غرور چھوڑ کر اپنے کرتویہ کو پورا کرنا چاہیئے۔

یاد رکھو۔ معکوس عکس سے ہمیشہ خوبصورت ہوتا ہے۔ تمہارا آتما تمہارے جسم سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ جب انسان جسم اور آتما میں تمیز کرنا جان لیتا ہے۔ تو نیکی کی طرف چلتا ہے۔

من کی شکتی

من کی شکتی بہت بڑی ہے۔ اچھے منوں نے سیٹھوں کی دولت کو بڑھا دیا اور بُرے منوں نے سیٹھوں کا دِوالہ نکلوا دیا۔ یہ من آتما کا منیم ہے۔ اگر یہ اچھا ہوگا۔ تو آتما کو سنوار دیگا۔ اگر بُرا ہوگا۔ تو تباہی مچا دیگا۔ اس لیے من کے سدھار کو ہمیشہ مدنظر رکھو۔ کیونکہ اگر یہ بگڑ جائے تو وہ اُودھم مچائے ایسی دُرگتی کرے کہ توبہ ہی بھلی! کہا ہے۔

مالا پھیرت جُگ گیا پھرا نہ من کا پھیر
ہاتھ کا منکا چھیر نہ من کا منکا پھیر

یہ من اگر دُشٹ ہے۔ تو بھلے کاموں میں بھی بُرا ہی سوچتا ہے اور بُرے کاموں میں بھلائی کا آسرا لیتا ہے۔ میں اپنا ہی ایک واقعہ سناتا ہوں۔ دہلی سے ایک رات میں چلتے چلتے تھک گیا۔ اور سڑک پر بیٹھ رہا۔ بارہ بجے کا وقت تھا۔ اس وقت چھکڑے چلنے لگے۔ میں نے ایک چھکڑے والے کو کہا کہ اس کے ایک کونے میں مجھے بھی بٹھا لو۔ یہ سنتے ہی ان میں سے ایک نے کہا کہ اسکو پکڑ لو۔ اور بلبھ گڑھ کے تھانہ میں پہنچا دو۔ اتنا کہہ کر وہ آگے کو بڑھ گئے اور میں وہیں پڑا رہا۔ جب تھوڑی رات رہ گئی تو میں وہیں بیٹھا بیٹھا بھجن گانے لگا۔ اسی اثنا میں وہی چھکڑے والے واپس لوٹ آئے

صبح کا وقت جب انہوں نے گانا سنا تو اُن کو بھلا معلوم ہُوا۔ سب نے کہا کہ یہ تو کوئی
بھگت ہے۔ وہ میرے پاس آئے اور شکایت کرنے لگے کہ رات ہم نے آپکو بُرا
بھلا کہا ہمیں کشما کیجیے۔ میں نے کہا کوئی بات نہیں۔ مگر تم اتنا بتا دو کہ تم نے
یہ کیوں کہا کہ اسے پکڑ کر تھانہ میں پہنچا دو۔ وہ بولے کہ قصہ یہ آپ سادھوؤں کا
ہی ہے ایک رات کا ذکر ہے کہ ہم اسی طرح سڑک پر جا رہے تھے۔ اور سڑک پر
لیٹا ہوا ایک سادھو کراہ رہا تھا ہم اس کے پاس گئے اور اس کے چلانے کا سبب
پوچھا۔ لیکن جوں جوں ہم دریافت کرتے تھے توں توں وہ زیادہ چلاتا اور
کراہتا تھا اور ہاتھ پاؤں زمین پر مار کر کہتا تھا۔ ارے رام۔ ارے رام
بیجو رے رام۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کے پیٹ میں شُول کا درد ہے ہم نے
اُسے اُٹھا کر چھکڑا سے میں لاد لیا اور چلنے لگے۔ راہ میں وہ سادھو اور بھی
زیادہ تڑپنے لگا اور یہی کہتا رہا۔ ارے رام بیجو رے رام چھکڑے میں
گڑل اٹھا) وہ سادھو ارے رام کہتا اور بیجو رے رام کے کہتے ہی گڑ کی ایک
بھیلی نیچے گرا دیتا اسی طرح کچھ فاصلے پر جا کر جب ہمیں چھکڑا کچھ ہلکا معلوم ہُوا
تو ہم نے پیچھے نگاہ کی وہ بدمعاش اسی وقت چھلانگ مار کر بھاگ گیا۔
اب رام نام لینا تو اچھا ہے۔ مگر من میں کھوٹ بھری ہوئی ہے۔ اس لئے اس نے
اچھے کام سے بھی بُرا پریوگ لیا۔ جب من میں خراب واسنائیں داخل
ہو جاتی ہیں۔ تو ایسا ہی ہوتا ہے۔

موہ میں خرابی

کسی چیز کو دیکھکر اپنی طبیعت کو منتشر نہ ہونے دو۔ جب اصول یہ ہے کہ ایک
استری جس کے ساتھ تمہارا بیاہ ہوا ہے۔ وہ پتنی اور باقی تمام استریوں
میں اگر کوئی دیوی تم سے چھوٹی ہے تو اُسے پتری۔ برابر ہو۔ تو بہن

اور بڑی ہو۔ تو ماتا سمجھو۔ اور اسی طرح مرد اگر چھوٹا ہو تو پتر برابر کا ہو، تو بھائی اور اگر بڑا ہو تو پتا کے برابر استری کو سوائے اپنے پتنی کے سمجھنا چاہیئے۔ جس انسان کا ایسا ہونار ہے۔ وہی برہمچاری اور منش کرتویہ کو پالن کرنے والا ہے۔ اسی میں انسانیت کی تمام صفات ہوتی ہیں۔ بات کہا ہے یہ کہ

هر چه بر خود مپسندی بر دیگران مپسند

جو تو اپنے لیئے پسند نہیں کرتا وہ دوسروں کے لیئے بھی پسند نہ کر۔ جو آدمی نہیں چاہتا کہ اسکی پتری۔ استری۔ ماتا وغیرہ کو کوئی انکار کرے۔ دیکھے تو اسے دوسروں کی بھی لاج رکھنی چاہیئے۔ دل بھی اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ جب تم نہیں چاہتے کہ کوئی تمہیں دکھ دے۔ تو تم بھی کسی کو دکھ دینے کی چیشٹھا نہ کرو۔ ہر ایک کے ساتھ نیکی کریکی عادت ڈالو۔ نیکی کی عادت ایشور کو بھی منظور ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

اگر خواہی خدا تو بخشد
با خلقِ خدا کن نیکوئی

قلب کی صفائی کیلیئے ہمیشہ تیار رہو۔ من کو قابو میں رکھو۔ یہ یقین جانو کہ اندریوں پر قابو پانے والا ہی رشی ہے۔ اور اندریوں کا غلام ساینس:۔

بندر کی مثال

ہر دوار میں کبھی آپنے بندروں کا تماشہ دیکھا ہوگا۔ جسوقت پوریاں سامنے رکھکر آپ کھانے لگتے ہیں۔ اسوقت بندر تمہارے ارد گرد آ بیٹھتے ہیں اگر اُن کی طرف دیکھو تو معلوم ہوگا کہ بندر کی نگاہ پوریوں پر ہی جمی ہے۔ لیکن اگر تم بندر کی آنکھ سے آنکھ ملاؤ تو کچھ منٹ بعد ہی

وہ بندر اپنی آنکھیں پھیر لیگا اور جب تم پھر اپنے دھیان میں لگ جاؤ گے تو اسکا دھیان دوبارہ پوڑیوں پر جم جائیگا۔ اگر تم دو تین بار ایسا ہی کرو تو بندر اپنا سا منہ لیکر چلا جائیگا۔ ٹھیک یہی حال بُرے خیالات کا بھی ہے۔ بُرے خیالات من کے وچار بندر کی طرح ہیں۔ جو کہ ہر وقت گھات میں لگے رہتے ہیں۔ اس واسطے جب کبھی آپ کے من میں بُرے خیالات پیدا ہوں۔ اس پر وچار کی نظر ڈالو۔ اور جب تک بُرا خیال دور نہ ہو جائے۔ تم اس سے مطمئن مت ہو۔ اس طرح سے بُرا خیال خود بخود ہٹ جائیگا اور مشق کرنے سے پھر وہ پیدا ہی نہ ہوگا۔

بھاشا بھاو بھیش

من کو صاف پوتر کرنے کے ساتھ تم اپنے بھاو۔ بھاشا اور بھیش کو بھی ایک کرتے جاؤ۔ وید میں منشوں کو حکم دیا گیا ہے۔

اگر آپ ترقی اور راحت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس وید منتر پر عمل کریں۔ سو سائٹی میں جو آدمی جیسا کام کرتا ہے اُسے اس کا حق ادا کرو۔ اور جس طرح ہمارے جسم کی رکھشا کے لئے ہاتھ پاؤں آنکھ۔ ناک۔ کان۔ پیٹ وغیرہ سب اعضا کام کرتے ہیں۔ اور جو کچھ کھایا جاتا ہے۔ اس میں سے سب کو مناسب حصہ مل جاتا ہے۔ پیٹ اپنے لئے ہی ساری خوراک کو رکھ نہیں لیتا۔ اسی طرح سو سائٹی میں بھی ہونا چاہیے

بھاو

جس آدمی کا بھاو دُشٹ ہو۔ اسے وید پاٹھ۔ تیاگ۔ یجیہ۔ نیم

اور آپ نیم وغیرہ کبھی کچھ فائدہ نہیں دیتے۔ کیسا ہی اچھا کام کیوں نہ ہو
کبھی پھل بھوت نہیں ہوتا۔ وجہ یہ کہ دشٹ بھاؤ کے زیر اثر ہو کر ایسے
نیک کاموں کا بھی وہ برا استعمال کرتا ہے اس کی ایک مثال دیتا ہوں
ایک ساہوکار تھا۔ جو آنکھوں سے اندھا تھا اس کے پاس
ایک نوکر بڑا چالاک تھا۔ نوکر نے سوچا کہ اندھا مالک کچھ دیکھتا تو ہے
نہیں اگر میں چاہوں تو اس کو مار کر اس کی ساری دولت پر قابض ہو سکتا
ہوں۔ لیکن کس تدبیر سے ماروں۔ ہاتھ سے مارنے سے شور مچ
جائیگا۔ اور پولیس پکڑ لیگی۔ اس لئے زہر دیکر ہی مارنا چاہئے۔ چنانچہ اس نے
سانپ کا ایک بچہ پکڑ کر۔ ہانڈی میں۔ جس میں کھچڑی پک رہی تھی ڈالدیا
اور خود اس ڈر سے کہ مبادا خبر لگنے پر پکڑا جاؤں۔ بھاگ گیا۔ جب
کھانے کا وقت آیا تو ساہوکار نے ملازم کو پکارا۔ مگر کوئی جواب نہ پاکر خود اٹھا
اور ٹٹولتا ٹٹولتا ہانڈی کے پاس پہنچا۔ ہانڈی کو چولھے سے اتار کر اس نے
نیچے رکھا اور ٹھنڈا ہونے کے لئے ڈھکنا اٹھا دیا۔ ڈھکنا اٹھتے ہی ہانڈی
کی بھاپ اس کی آنکھوں میں لگی۔ اور آنکھیں کھل گئیں۔ ساہوکار یکا یک
آنکھیں تندرست ہو جانے پر بڑا متعجب ہوا۔ لیکن جب اس نے ہانڈی
میں نظر ڈالی تو کیا دیکھا کہ اس میں سانپ کا بچہ پڑا ہے۔ یہ دیکھ کر اس کو
اپنے ملازم پر بہت غصہ آیا۔ ادھر نوکر بھی یہ خیال کرکے کہ مالک اب
زہر کے اثر سے۔ مر چکا ہوگا۔ ساہوکار کے گھر کے اندر داخل ہوا۔ لیکن
ساہوکار کو صحیح سلامت دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا۔ چونکہ چالاک تھا اس نے
جھٹ بات بنا کر بولا۔ حضور! دیکھئے۔ میں نے آپ کی کیسی اچھی دوا کی اب
انعام دلوائیے۔ مالک اس پر بہت غصہ ہوا۔ اور کہنے لگا۔ کمبخت! تم نے

تو میرے مارنے ڈالنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ مگر میرا رکھشک تم سے زیادہ زبردست تھا۔ اس لئے میں بچ گیا۔ تم اسی وقت میرے سامنے سے دُور ہو جاؤ۔ اب دیکھئے ملازم نے جو کام کیا تھا۔ اس کا نتیجہ تو اچھا نکلا۔ مگر چونکہ اس کا بھاؤ اچھا نہ تھا۔ اس لئے اس کو کچھ بھی پھل نہ ملا۔ اسی طرح جیسا انسان کا بھاؤ یا نیت ہوتا ہے۔ تو اچھے سے اچھے کام کا نتیجہ بھی بُرا ہی نکلتا ہے۔ اس لئے اپنے بھاؤ کو ہمیشہ شدھ رکھو۔

بھاشا کی ایکتا

دیش کی بھاشا کی ایکتا ہونی چاہیئے۔ جب تک بھاشا ایک نہ ہو۔ قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ انگلش بھاشا کی ایکتا سے ہی سرکار انگریزی نے اتنی بڑی ترقی کی۔ جب بھاشا بگڑ جاتی ہے۔ تو قوم میں خرابی آجاتی ہے

آپ نے کوئل کی پیدائش کا کارن سنا ہے؟

کوئل کے ست کاگا پالے۔ انڈے لائے دیترے
بڑے ہوئے جب اُڑنے لاگے جائے کٹمب رلے

کوئل اپنے بچوں کو آپ نہیں پالتی۔ بلکہ موقعہ پا کر اپنے انڈوں کو کوے کے گھونسلے میں رکھ آتی ہے۔ کوا انہیں اپنے ہی بچے جان کر ان کی پرورش کرتا ہے کوئل صرف اتنا کرتی ہے کہ کوے کے گھونسلے کے گرد کبھی کبھی آ کر بول جاتی ہے۔ جب تک کوئل کا بچہ بولنا نہیں سیکھتا۔ تب تک کوا اُسے اپنا ہی بچہ سمجھ کر پرورش کرتا ہے۔ مگر جب کوئل کی آواز سنکر وہ بولنے لگتا ہے تو کوا اُسے ٹھونگیں مار کر نکال دیتا ہے۔ اب دیکھو جو کوا پہلے باپ کی طرح پیار کرتا تھا۔ صرف بھاشا کے فرق سے اُس کا دشمن ہو گیا۔ اسی لئے تو ویدنے کہا ہے کہ تمہاری بھاشا ایک ہونی چاہیئے۔ ہم ویدوں کی فضیلت کو آجکل کیوں نہیں سمجھ؟ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہماری بھاشا میں فرق ہے

اگر بھاشا میں فرق نہ پڑتا تو آریہ ورت کے تمام علوم و فنون کیوں تباہ ہوتے
لوگ کہتے ہیں کہ پہلے لوگوں کو اس بات کا علم نہ تھا۔ کہ زمین گول ہے اور گھومتی
ہے۔ لیکن وید صاف اس کا بیان کرتے ہیں۔ سوال کیا ہے۔ کہ زمین کا
مرکز کونسا ہے۔ اس کا جواب دیا ہے کہ جہاں تم انگلی رکھو۔ وہی بیچ کا حصہ ہے
اس سے ثابت کر دیا کہ زمین گول ہے۔ تو یہ تمام علوم پہلے زمانہ کے آریوں کو
معلوم تھے۔ مگر بھاشا کے بگڑنے سے ہی لوگ ان سے ناواقف ہو گئے
دوسری بات یہ ہے کہ بھاشا کا گیان درست ہونا چاہیئے اور اسکی
باریکیوں کو سمجھنا چاہیئے۔ اسی طرح بھیبش کی لپی ایکتا ہونی چاہیئے۔ ؛

پر اُپکار کرنا

پراُپکار کرنا منش کا پرم کرتویہ ہے۔ جو آدمی پر اُپکار کرتا ہے۔ وہ خود تو
نشٹ نہیں ہوتا۔ مگر دوسروں کو زندہ رکھتا ہے۔ جیسے ایک پیالہ جس میں
پانی بھرا ہے۔ اس میں دس تولہ پانی میں $\frac{1}{2}$ تولہ نمک گھل جائیگا
لیکن پھر جتنا نمک ڈالوگے وہ نہیں گھلیگا۔ وجہ یہ کہ $\frac{1}{2}$ تولہ نمک نے
اپنے آپکو گلا کر دوسرے کی رکھشا کی ہے۔ اب پانی میں یہ طاقت نہیں
کہ باقی نمک کو گھلا سکے۔ لیکن جو وکتی پر اُپکار کیلئے۔ اپنی جان کو
خطرے میں ڈالتا ہے۔ وہ کبھی نشٹ نہیں ہو جاتا۔ بلکہ ویسے کا ویسا ہی
شدھ ہو کر تیار رہتا ہے۔ جس طرح $\frac{1}{2}$ تولہ نمک ضایع نہیں ہوا۔ بلکہ
پانی کے سوکھ جانے پر ویسے کا ویسا ہی تیار رہیگا۔ بھائی! اسی طرح
دوسروں کی رکھشا کے لیئے اپنی ہستی کو گلانے کی ضرورت ہے
اور اسی کا نام سچا پر اُپکار ہو سکتا ہے ⁛ ۔۔ ⁛ ۔۔

پر اُپکار کی دوسری مثال

ایک بوڑھا آدمی ایک وقت پر باغ میں برکھشوں کو سینچ رہا تھا اور بڑی محنت و مشقت سے کام کر رہا تھا۔ پاس سے ایک نوجوان کا گذر ہوا۔ اس نے بوڑھے کو مخاطب کر کے کہا۔ ارے بوڑھے بابا۔ مجھے تمہاری عقل پر بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ تم موت کے منہ میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہو۔ آج نہیں تو کل لقمۂ نہنگ اجل ہو جاؤ گے۔ پھر تم اتنی سر دردی کیوں کر رہے۔ کیا تم ان کے پھل کھا سکو گے؟ بوڑھے نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ ہونہار لڑکے! میں اس خیال سے برکھشوں کو نہیں سینچ رہا ہوں کہ میں ان کا پھل کھاؤنگا بلکہ اس خیال سے کہ مجھ سے پہلے دوسروں نے برکھش لگائے اور میں نے ان کے پھل کھائے۔ اب جو برکھش میں لگا رہا ہوں۔ آینوالی نسلیں ان کا پھل کھائینگی آپ ہی لگائے اور آپ ہی پھل کھائے۔ یہ تو کبھی ممکن ہی نہیں۔ دنیا میں ایک لگاتا ہے دوسرا کھاتا ہے۔ پس بھائی! پر اُپکار میں پہلے گلنا ہوتا ہے پیچھے پھلنا۔ بیج پہلے گل کر اپنی ہستی کو مٹاتا ہے۔ تب ہی اپنے جیسے ہزاروں بیج پیدا کر سکتا ہے :۔

کسی سے نفرت مت کرو

دیوانوں کا خاص فرض ہے کہ وہ اودیا میں پھنسے ہوؤں کے رہنما بنیں طاقتوروں کا فرض ہے کہ مظلوموں کی امداد کریں :۔

تم کسی سے کیوں نفرت کرتے ہو؟ پنہ کے لحاظ سے تو کوئی بھی نیچ نہیں۔ دھوبی اسواسطے نیچ ہے کہ وہ میرے کپڑے دھوتا ہے۔ اب کپڑے

میلے کس نے کئے؟ ہیں لئے۔ اور صاف کئے دھوبی نے۔ تو میں نیچ ہوا یا دھوبی؟ اس نکتہ کو سمجھو اور یقین جانو۔ کہ پیشہ کسی کو نیچ نہیں بناتا۔ تمہاری اس غلط پالیسی اور نفرت سے ہی تو تمام پیشے دوسری قوموں کے ہاتھ میں چلے گئے اچھوت جاتیوں کو اُٹھانے کے لئے ابھیمان کے تیاگ کرنے کی ضرورت ہے اس دیش میں باہمی نفرت اس درجہ بڑھ گئی ہے کہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے

محبت کی نہیں اس ہند میں بو
اسی باعث سے پھیلی اس میں بدبو

جہاں محبت نہیں۔ پریم نہیں۔ وہاں پر اپکار بھی نہیں ہو سکتا۔ ایشور بھی اُن ہی سے محبت کرتا ہے۔ جو اس کے بندوں سے پیار کرتے ہیں اہل اسلام کی ایک

حکایت

ہے۔ عزرائیل فرشتہ کو ایک بادشاہ نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے۔ بادشاہ نے پوچھا۔ اس کتاب میں کیا لکھا ہے فرشتہ نے کہا۔ ان لوگوں کے نام لکھے ہیں کہ جو خدا کو پیار کرتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا۔ کیا اس میں میرا نام بھی ہے؟ فرشتہ نے کتاب دیکھ کر کہا کہ نہیں بادشاہ بہت رویا اور کہا سچ ہے میں خدا سے پیار نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے بندوں سے پیار کرتا ہوں فرشتے نے دوسری بغل سے ایک اور کتاب نکال کر کہا کہ اس میں ان لوگوں کے نام لکھے ہیں جن سے خدا پیار کرتا ہے۔ بادشاہ نے یاس بھری آواز سے کہا کہ جب خدا سے پیار کرنے والوں کی فہرست میں میرا نام نہیں۔ تو خدا سے پیار کئے جانے والوں میں میرا نام کب ہوگا۔ مگر فرشتہ نے کتاب کھول کر دیکھی۔ تو اول نمبر پر اُسی کا نام لکھا تھا۔ وہ بڑا خوش ہوا کہ ایشور اس سے

سب سے بڑھ کر محبت کرتا ہے۔ مگر ہم نے اس اصول کو نہ سمجھا۔ ہم اپنے
آپکو بڑا سمجھ کر ہر کسی سے نفرت کرنے لگے۔ تم کمینی ذات کے ہو پرے
ہٹو۔ اسی طرح ہٹاتے ہٹاتے اپنا ستیاناش کر لیا کہا ہے نہ جس کے
پاؤں نہیں پھٹی بیائی۔ وہ کیا جانے پیڑ پرائی :- ایک آدمی کے پاس پانسو
روپیہ ہے۔ جنگل میں چوروں نے اسکا تعاقب کیا۔ وہ روپیہ لے کر بھاگ
سکتا تھا۔ مگر پاؤں کی بیائی نے لاچار کر دیا۔ آہستہ آہستہ دوڑتا ہے مگر وہ
تھوڑی سی خالی جگہ ہونے پر اس شخص نے اپنا سب کچھ لٹا دیا تو جب
جاتی سے ہزاروں اچھوت دوسرے مذاہب میں جا رہے ہیں اس کا کیا
حال ہوگا۔ یہ آپ خود بچار کر سکتے ہیں :-

سوامی شنکر آچاریہ

جس وقت ودیا سماپت کر چکے اور ویدک دھرم پرچار سے دنیا کو اُنت کرنے
کے لئے ماتا سے اجازت مانگی۔ تو اس نے مہر مادری سے مجبور ہو کر اجازت
نہ دی لیکن شنکر سوامی بودھ مت سے ویدوں کی تذلیل ہوتی دیکھ کر
فیصلہ کر چکے تھے۔ کہ ضرور ہی ویدوں کا اُودھار کرینگے۔ چنانچہ ایک دفعہ
جب وہ ندی میں اشنان کر رہے تھے۔ ماتا جی کنارے پر بیٹھیں۔ شنکر نے
اپنے جسم کو پانی میں ڈال کر کہا۔ ماتا جی مجھے ناکے نے پکڑ لیا ہے۔ اور کہنے لگے
کہ اپنی ماتا سے کہہ دو کہ اگر وہ یہ اقرار کرے کہ وہ تیری شادی نہ کریگی اور خوشی
سے سنیاس میں پرویش کرنے کی اجازت دیگی۔ تب چھوڑتا ہوں لیکن
ماتا سمجھ گئیں کہ بات دراصل کیا ہے۔ اپنے پتر کو ارادہ میں مضبوط دیکھ کر
اس نے کہا پتر اگر تیری یہی اچھیا ہے۔ تو میں اجازت دیتی ہوں۔ ایشور

تیری منو کامنا پوری کرے۔ چنانچہ ماتا سے اجازت لیکر۔ شنکر سوامی کاشی
میں آئے۔ تاکہ پنڈتوں سے شاستر ارتھ کر کے دھرم کا جھنڈا بلند کریں
کاشی کے نزدیک ہی ایک مہتر اُن کو ملا۔ شنکر سوامی اس تحریر کے مطابق کہ
شودر کی چھایا سے دس ہاتھ دُور رہو۔ اس مہتر سے پرے ہٹ گئے
مہتر اس بات کو تاڑ گیا۔ اس نے شنکر کو آواز دی "۔ اے جاننے والے مہاانوبھاؤ!
آپکا نام کیا ہے اور آپ کاشی میں کس لئے آئے ہیں۔ شنکر نے اپنا نام و
کام بتلایا تو مہتر بولا۔ آپ ہی شنکر ہیں؟ جنہوں نے ویدک دھرم کے اُدھار
کا بیڑا اُٹھایا ہے؟ اچھا میں کہتا ہوں۔ تم اپنے گھر واپس لوٹ جاؤ۔ ویدونکا
اُدھار تم سے نہ ہو سکیگا۔ تم کاشی میں وِجے پراپت نہ کر سکوگے۔ ایک
مہتر کا شنکر سوامی کو یہ کہنا کہ اپنے گھر واپس لوٹ جاؤ۔ موٹر کار کو نکلنے سے
روکنے والی بات تھی۔ شنکر نے پوچھا۔ کیا سچ مچ مجھ میں۔ دھرم استھاپن
کرنے کی شکتی نہیں ہے۔ جواب ملا۔ نہیں۔ دوبارہ پوچھا کیسے جانا؟
مہتر نے جواب دیا اس بات کا جواب دو کہ تم مجھ سے پرے کیوں ہٹے۔
شنکر۔ چھایا سے بچنے کے لئے۔ **مہتر**۔ اب بتاؤ! کیا چھایا شودر ہے؟
شنکر۔ یہ تو بے جان چیز ہے۔ **مہتر**۔ تو کیا میرا جسم شودر ہے؟ **شنکر**
نہیں یہ پانچ تتواں کا بنا ہوا شریر جیسا میرا ہے۔ ویسا ہی آپ کا ہے
مہتر۔ تو کیا میرا آتما شودر ہے؟ **شنکر**۔ آتما سب کا ایک ہے۔ آتما
میں براہمن اور چنڈال کا خیال کسی طرح بھی نہیں ہو سکتا۔ **مہتر** نے کہا
جب سایہ شودر نہیں جسم دو سرا بھی شودر نہیں۔ تو آپ کے دماغ میں یہ خیال
کیوں کر آیا کہ آپ ایک پوتر برہمن ہیں اور میں چنڈال ہوں یہ خیال خام اسی
وقت آتا ہے۔ جب انسان سرد شکتی مان اور حاضر و ناظر پرماتما کو بھول جاتا

نہیں دیکھتا۔ افسوس! آپ سنیاسی ہوکر ننگل مئے اور نرمل پرماتما کو بھول کر اس جسم میں محبت کا اظہار کر رہے ہیں۔ اگر کہو کہ یہ نفرت محض دکھاوے کی ہے۔ تو اور بھی افسوس کی بات ہے اننی ودیا پڑھ کر آپ کو دنیا کے دامن گیر ہے۔ سنیاسی ہوکر آپ دنیا سے کچھ کھاتے ہیں۔ اسی واسطے تو میں نے کہا تھا۔ کہ آپ دھرم کا پرچار نہیں کرسکتے۔ کیونکہ تم دنیا سے ڈرتے ہو اور منو جب آپ ہم گرے ہوؤں سے نفرت کرتے ہیں تو آپ نے کن کے اُدھار کے لئے کمر ہمت باندھی ہے؟ کیا اُن کے لئے جو پہلے ہی سدھرے ہوئے ہیں۔ اُنکو تو تمہاری ضرورت نہیں تو پھر آپ نے سنیاس کیوں لیا ہے؟ کیا دکھلاوے کی غرض سے؟ اسی واسطے تو میں نے کہا تھا کہ گھر لوٹ جاؤ۔ ماتا کا جگر ٹھنڈا کرو۔ دنیا کے بنارے اور ریاکار کبھی دھرم کا پرچار نہیں کرسکتے ؛۔

مہاتما شنکر نے اس نکتہ کو سمجھا دل میں عبرت پیدا ہوئی دل بھر آیا آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور اُچھٹ کر چنڈال کو چھاتی سے لگالیا۔ ؛۔

اسار سنسار کے رہنے والو! مہاتما شنکر کی زندگی سے سبق لو۔ دنیا میں کوئی بھی رذیل نہیں ہے۔ تم غلطی پر ہو۔ جو نفرت سے نفرت کو ہٹانا چاہتے ہو۔ یہ کبھی ہوسکتا ہے بھلا اگر ایسا کروگے تو ڈبل نفرت ہو جائیگی۔ نفرت محبت سے ہی ہٹ سکتی ہے۔ جس طرح اندھیرا پرکاش سے ہی دور ہوسکتا ہے پرماتما کی دنیا سے محبت کرو۔ انتہکرن کا سنشودھن کرو۔ بھاؤ کو شُدھ بھیشن اور بھاشا کو ایک کرو۔ تن من سے اپنے فرض کی ادائیگی میں لگ جاؤ یہی منش کرتو یہ ہے اسی سے۔ تمہارا اور سنسار کا بھلا ہوگا۔ ؛۔ ؛۔ ؛۔

ختم شد

رُوحانیت اِخلاق عجیب غریب گلدستے

اگر آپ اپنی زندگی کو شاندار بنانا چاہتے ہیں۔ تو مندرجہ ذیل کتب منگوا کر مطالعہ کریں اور اپنے بچوں کو بھی پڑھنے کیلئے دیں:-

(۱) برہمچریہ کا سادھن — برہمچریہ زندگی کی بنیاد ہے۔ اسکتاب میں برہمچریہ کی حفاظت کیلئے ۳۰ نہایت اعلےٰ تدابیر بتلائی گئی ہیں۔ چھوٹی عمر میں ہی بچوں کو برہمچریہ کے یہ اصول سمجھا دینے چاہئیں۔ تاکہ آئندہ وہ ہر قسم کی برائی سے بچے رہیں ۲۔

(۲) جیسے چاہو ویسے بنو — یہ کتاب طالبعلموں کی رہنما۔ خاندان والوں کا زیور اور قوموں کی ترقی کی روح رواں ہے۔ اسمیں نیک چلنی کے اصول نہایت عمدگی سے بتلائے ہیں ۲۔

(۳) خوشی اور کامیابی کے بنیادی اصول — اسکتاب میں سات ایسے اصول بتلائے گئے ہیں۔ جنکو اختیار کرکے انسان ہمیشہ خوش رہ سکتا ہے۔ قیمت ۳/

(۴) راہ نجات — اس روحانی کتاب کے مطالعہ سے آپ کے تمام رنج والم دُور ہو جائینگے۔ آتما پرماتما اور دُنیا کی حقیقت اسمیں خوبی سے واضح کی گئی ہے ۴/

(۵) مشعل راہ نجات — اس کتاب میں پچاس کے قریب ایسی روحانی مثالیں دی گئی ہیں جنکو پڑھ کر اُن پر عمل کرکے آپ کبھی دُکھ محسوس نہ کرینگے۔ قیمت ۳/

(۶) امن کا راستہ — شانتی کیسے ملتی ہے کسکو ملتی ہے۔ اور کن حالات میں مل سکتی ہے۔ یہ سب دلچسپ ضروری مضامین اسمیں درج ہیں۔ قیمت ۳/

(۷) ابدی زندگی یا بہشت کی سیر — بہشت یا سورگ اسی دُنیا میں ہے اور ہر شخص اسے حاصل کر سکتا ہے جب کہ وہ اسکتاب پر عمل کرے۔ قیمت ۶/

(۸) خوشحال زندگی کے وسایل — شری سوامی سرودا نند جی کا ایک دلچسپ لیکچر ۳/

(۹) جیبی گیتا - شریمد بھگوت گیتا مکمل ۱۸ ادھیائے کا نہایت اعلےٰ سلیس اُردو ترجمہ خوبصورت جلد بندھی ہوئی۔ ہر ایک ہندو کو خرید کر روزانہ پاٹھ کرنا چاہیئے ۶/

(۱۰) پاراشر سمرتی یا کلیگ کا دھرم - ہر ایک ہندو کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے ۲/

(۱۱) شریمد بھگوت گیتا ہمیں کیا سکھاتی ہے - اس میں بتلایا گیا ہے کہ گیتا روحانیت کی نہایت اعلےٰ درجے کی تعلیم دیتی ہے۔ قیمت ۳/

(۱۲) بھگوان رام کے اپدیش - اسکتاب میں بھگوان رام کے وہ بہوتر سات اپدیش درج ہیں جو کہ مہاراج نے بھرت کو بن جاتے وقت دیے تھے۔ قیمت ۲/

(۱۳) آئینہ سداچار اور قوت خیال - بُری عادتوں کو دُور کرنے کیلئے یہ کتاب بہت مفید ہے۔ آپ اس کا ضرور مطالعہ کیجیے۔ قیمت ۳/

(۱۴) غصہ دُور کرنے کی تدابیر - غصہ بُری بلا ہے۔ اس سے بڑے بڑے انرتھ ہو جاتے ہیں اسکتاب میں غصہ دور کرنیکی نہایت آسان تدابیر بتلائی گئی ہیں ۳/

(۱۵) فرائض انسانی - انسان اس دنیا میں کیوں آیا؟ اور اس دنیا میں آ کر اس کے ایشور۔ والدین۔ ملک و قوم کی طرف کیا کیا فرائض ہیں۔ قیمت ۲/

(۱۶) عملی یوگ - اس میں چند ایسے آسان اور اکسیر عمل بتلائے گئے ہیں۔ جنکی مشق کرکے انسان اپنی روحانی و جسمانی طاقت کو بڑھا سکتا ہے۔ قیمت ۲/

(۱۷) مکمل تندرستی حاصل کرنیکا آسان عمل - مضمون نام سے ظاہر ہے ۲/

(۱۸) دودھ چکتسا - صرف دودھ کیساتھ تمام بیماریوں کا علاج۔ قیمت ۶/

(۱۹) ویراگ سندیش

یعنی مکمل گوروبانی شری گورو تیغ بہادر جی مہاراج معہ سوانح عمری کے۔ اردو زبان میں یہ ایک بے نظیر تحفہ ہے۔ گورو صاحب کی کامل بانی گرنتھ صاحب سے اخذ کرکے لکھی گئی ہے۔ ترجمہ نہایت آسان اور تشریح بالکل کیگئی ہے۔ قیمت صرف ۹/

(۲۰) شانتی کا سوپان یا مہاتما بُدھ کی سوانح عمری — مہاتما بُدھ شانتی کی مجسم مورتی تھے۔ آپ کی دھارمک تعلیم اور رُوحانی اثر سے دُنیا کی آبادی کا ⅓ حصہ آپکا پیرو ہو گیا تھا۔ ایسے مقدس مہاتما کا جیون چرتر آپ ضرور پڑھیں ۶ ر

(۲۱) یوگی — ہر ایک انسان کو سبھا دک کرم انوسار سکھ دکھ دونو برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ سُکھ کے دن تو آسانی سے کٹ جاتے ہیں۔ مگر دُکھ کے لمحہ بڑی مشکل سے گذرتے ہیں۔ اس کتاب میں دُکھی لوگوں کو شانتی کا سندیسہ دیا گیا ہے۔ ضرور منگا دیں قیمت ۸ ر

(۲۲) مہاتما گاندھی کی سُندر بانی — مہاتما گاندھی روحانیت کے بہت بڑے علمبردار ہیں۔ اس کتاب میں اُن کے نہایت پاکیزہ خیالات درج ہیں۔ قیمت ۲ ر

(۲۳) ستیہ آگرہ کی حقیقت — ستیہ آگرہ کے اصول اُن کی تشریح و دیگر نہایت ضروری روحانی مضامین کا مجموعہ خود مہاتما گاندھی کے قلم سے۔ قیمت ۲ ر

مُلکی و قومی مہاتماؤں کی سوانح عمریاں

(۲۴) بھارت ماتا کے نونہال سپوت	۶/	(۲۵) قہر سرہند	۲ ر
(۲۶) حقیقت رائے دھرمی کا بلیدان	ا ر	(۲۷) جنگ چمکور صاحب	۲ ر
(۲۸) حُب الوطنی کے روشن ستارے	۳ ر	(۲۹) سوامی ورجانند جی	۴ ر
(۳۰) ستی بیہولا کی پتی بھگتی	۶ ر	(۳۱) ایک پتی برتا دیوی	۲ ر
(۳۲) پتی برتا لکشمی	۴ ر	(۳۳) شریمتی راداہا رانی	۴ ر
(۳۴) مہارانی سونیتی	۳ ر	(۳۵) مہارانی چنتا	۳ ر
(۳۶) گلدستہ ظرافت	۳ ر	(۳۷) ماما کی کرتوت	۳ ر

فرمائشیں بنام رام لال ورما مینجر مارتنڈ پستکالیہ لاہور بھیجیں

بے نظیر تاریخی ناول
کایا پلٹ - زمانہ مستقبل کا ایک
نہایت دلچسپ واچھوتا ناول - قیمت صرف
راجکماری چھر سال
یہ بھی ایک
نہایت
شہنشاہ اشوک المعروف
(راجکنی پرملا کی کارستانی)
اردو زبان میں یہ ایک بےنظیر تاریخی ناول ہے
نہایت دلچسپ اور نصیحت آموز ہے
اُن کا خیال ہے
کہ شہنشاہ اشوک جیسا کوئی ناول آج تک
شائع نہیں ہوا۔ واقعی یہ تمام اخلاقی و
تاریخی ناولوں کا شہنشاہ ہے۔ اگر آپ نے
ابھی تک اس عجیب و غریب ناول کا مطالعہ
نہیں کیا۔ تو اب فوراً منگا لیجئے۔
قیمت صرف
شواجی وجے
المعروف
جیون پربھات
سر رومیش چندر جی دت مرحوم کے ایک
نہایت دلچسپ اور مشہور و معروف تاریخی
ناول کا اردو ترجمہ۔ حب الوطنی
ایثار نفسی اور بے نظیر بہادری کا
جیتا جاگتا نمونہ۔
قیمت مجلد کتاب صرف
ہی دلچسپ ہے
قیمت صرف
یہ ناول بھی بہت
دلچسپ اور
خاندان گپتا کا عروج و زوال
سبق آموز ہے۔ گپتا کے عروج و زوال کی
منہ بولتی تصویر ہے۔ قیمت
مینیجر مارتنڈ پستکالیہ لاہور

رُوحانی و اخلاقی گلدستے

نمبر	نام کتاب	قیمت	نمبر	نام کتاب	قیمت
۱	برہمچریہ کے سادھن	۳ر	۱۶	مکمل صحت حاصلکرنیکا آسان طریقہ	۲ر
۲	بھگوان رام کے اپدیش	۲ر	۱۷	راجرشی بھیشم پتامہ کے اپدیش	۲ر
(۳)	آتمک سداچار و قوت خیال	۳ر	۱۸	ویراگ سندیش ہردو حصہ	۹ر
۴	غصہ اور اسکے دُور کرنیکی تدابیر	۳ر	۱۹	شانتی کا سوپان مہاتما بدھ	۶
۵	فرائض انسانی	۲ر	۲۰	یوگی (روحانی کتاب)	۸
۶	شریمد بھگوت گیتا کی تعلیم	۲ر	۲۱	بھارت ماتا کے نونہال سپوت	۲
۷	پاراشر سمرتی سار	۲ر	۲۲	قہر سرہند و جنگ چمکور	۴
۸	جیبی گیتا مکمل اردو ترجمہ مجلد و حروف	۶ر	۲۳	حقیقت رائے دھرمی کا بلیدان منظوم	۱
۹	جیسے چاہو ویسے بن جاؤ	۴ر	۲۴	حب الوطنی کے روشن ستارے	۳ر
۱۰	خوشی و کامیابی کے بنیادی اصول	۳ر	۲۵	سوامی وِرجانندجی کا جیون چرتر	۴
۱۱	راہ نجات (روحانی کتاب)	۴ر	۲۶	ستی بہولاکی پتی بھگتی	۶ر
۱۲	مشعلِ راہ نجات	۳ر	۲۷	پتی برتا لکشمی	۴ر
۱۳	امن کا راستہ	۳ر	۲۸	شریمتی رادھا رانی	۴ر
۱۴	ابدی زندگی یا بہشت کی سیر	۶ر	۲۹	مہارانی سونیتی دیوی	۱٫۳ر
(۱۵)	عملی یوگ	۲ر	۳۰	مہارانی چنتا دیوی	۳

تمام فرمائشیں بنام رام لال ورما منیجر مارتنڈ پستکالیہ لاہور ہوں